ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

27

www.tanzeem.org

13تا19 رجب المرجب 1430ھ/7تا13 جولائی 2009ء

شخصی آزادی اور اسلام

ملحدانہ فکر کے علمبرداروں نے دین وایمان کے خلاف اس لئے بھی بہت پراپیگنڈا کیا ہے کہ مذہب انسان پر بے جا پابندیاں عائد کرتا ہے، اور قدم قدم پر اس کی آزادی کو سلب کر لیتا ہے۔ اس کے مقابلے میں انہوں نے بنامِ علم جو نظریہ زندگی پیش کیا ہے اُن کا دعویٰ یہ ہے کہ اس میں آزادئ فرد میں کہیں مداخلت نہیں کی گئی۔

جہاں تک اُن حدود وقیود کا تعلق ہے جو عقیدۂ اسلام پر عائد کی گئی ہیں، وہ فرد کی آزادی میں مداخلت نہیں بلکہ فرد اور معاشرے کے حقوق میں توازن کا قیام ہے۔ ایک شخص اگر بلا روک ٹوک خواہشِ نفس پوری کرنا چاہے تو بلاشبہ اسلام میں اس کی اجازت نہیں۔ ایک اور صاحب اگر کسی کی جیب پر ہاتھ صاف کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں تو ایسی آزادی کی بھی دین وایمان میں کوئی گنجائش نہیں۔ فضائل اخلاق کو چھوڑ کر اگر کوئی آدمی رذائل اختیار کرتا ہے تو یقیناً اس کی بھی گرفت کی جائے گی۔ زبان کا غلط استعمال، طاقت کا ناروا مظاہرہ اور دولت کا ضیاع و بے جا صرف، یہ سب ایسے کام ہیں جن کے ارتکاب کی اگر کھلم کھلا اجازت دے دی جائے تو معاشرتی زندگی کا امن وسکون غارت ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ پس جہاں تک اس آزادی کا تعلق ہے، جس سے انسانوں کے باہمی حقوق سلب ہو جانے کا خطرہ ہے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ ایسی آزادی دین وایمان کی رو سے حرام اور ممنوع ہے۔ رہی وہ آزادی جو انسان کی شخصیت کی نشوونما کے لئے ضروری ہے اور جس سے دوسرے افراد کے حقوق اور مفادِ ملک وقوم متاثر نہیں ہوتا، اس آزادی کو نہ صرف یہ کہ مباح قرار دیا گیا ہے بلکہ اس کے تحفظ کی بھی پوری پوری ضمانت دی گئی ہے۔

علامہ یوسف القرضاوی

اس شمارے میں

اٹل حقیقت

ارتداد کی حقیقت......

چیف جسٹس صاحب! دھرتی آپ کو پکار رہی ہے

طالبان کون ہیں؟

مسلمان اور پاکستان

میاں طفیل محمد کی رحلت

الٰہی، ہمیں سمجھ عطا فرما

حق وباطل کا آخری معرکہ

دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

الھدیٰ (379)

سورۃ الاعراف

(آیت:152-155)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِيْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ
عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِهَا وَاٰمَنُوْٓا ۡ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ اَخَذَ
الْاَلْوَاحَ ۖ ۚ وَفِيْ نُسْخَتِهَا هُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ ۝ وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا ۚ فَلَمَّآ
اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ ؕ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا ۚ اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ۚ تُضِلُّ
بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَتَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ ؕ اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الْغَافِرِيْنَ ۝﴾

”(اللہ نے فرمایا کہ) جن لوگوں نے بچھڑے کو (معبود) بنالیا تھا اُن پر پروردگار کا غضب واقع ہوگا اور دنیا کی زندگی میں ذلت (نصیب ہوگی) اور ہم افتراء پردازوں کو ایسا ہی بدلا دیا کرتے ہیں۔ اور جنہوں نے بُرے کام کیے پھر اس کے بعد توبہ کر لی اور ایمان لے آئے تو کچھ شک نہیں کہ تمہارا پروردگار اس کے بعد (بخش دے گا کہ وہ) بخشنے والا مہربان ہے، اور جب موسیٰؑ کا غصہ فرو ہوا تو (تورات کی) تختیاں اُٹھالیں اور جو کچھ اُن میں لکھا تھا وہ اُن لوگوں کے لئے جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں ہدایت اور رحمت تھی۔ اور موسیٰؑ نے اس میعاد پر جو ہم نے مقرر کی تھی اپنی قوم کے ستر آدمی منتخب (کر کے کوہ طور پر حاضر) کیے۔ جب اُن کو زلزلے نے پکڑا تو موسیٰؑ نے کہا کہ اے پروردگار اگر تُو چاہتا ہے تو اُن کو اور مجھ کو پہلے ہی سے ہلاک کر دیتا۔ کیا تو اس فعل کی سزا میں جو ہم میں سے بے عقل لوگوں نے کیا ہے ہمیں ہلاک کر دے گا۔ یہ تو تیری آزمائش ہے۔ اس سے تو جس کو چاہے گمراہ کرے اور جسے چاہے ہدایت بخشے۔ تو ہی ہمارا کارساز ہے تو ہمیں (ہمارے گناہ) بخش دے اور ہم پر رحم فرما اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے۔“

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فیصلہ دیا کہ جن لوگوں نے اس بچھڑے کو اپنا معبود بنانے کا جرم کیا، عنقریب اُن پر اُن کے رب کی طرف سے غضب آئے گا۔ گویا اُن پر قتل مرتد کی سزا نافذ ہوگی، (جس کا ذکر سورۃ البقرہ میں آ چکا۔) اور دنیا کی زندگی میں ذلت ہوگی اور بہتان باندھنے اور جھوٹ گھڑنے والوں کی یہی سزا ہے۔ اور جن لوگوں نے کچھ دیر کے لئے یہ غلط کام کیا تھا، لیکن بعد ازاں توبہ کر لی اور ایمان لے آئے، اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرما دے گا۔ وہ بڑا غفور اور رحیم ہے۔ البتہ جو لوگ اب تک اس پر اڑے ہوئے ہیں، اُن کے لئے حد جاری کی جائے گی۔ یہ اسی طرح کا معاملہ ہے جیسا کہ سورۃ المائدہ کی آیت محاربہ میں ہے کہ اگر کوئی راہزن، ڈاکو ملک میں فساد مچا رہے ہوں تو اگر گرفتار ہونے سے پہلے پہلے توبہ کر لیں تو پھر اُن کا معاملہ اور ہوگا یعنی اُن کے ساتھ نرمی بھی ہو سکتی ہے۔ لیکن اگر توبہ نہ کی اور قابو میں آ گئے تو اُن کو بہت سخت سزا دی جائے گی۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا غصہ کچھ ٹھنڈا پڑا تو انہوں نے وہ تختیاں اٹھائیں اور اُن کی تحریر میں ہدایت اور رحمت لکھی ہوئی تھی، اُن لوگوں کے لئے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ جو یہودی آخری دم تک گناہ پر قائم رہے، انہیں قتل کر دیا گیا۔ اب اس کے بعد اجتماعی توبہ کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم میں سے 70 سرکردہ افراد چنے اور انہیں ہمراہ لے کر کوہِ طور پر آئے یا اس کے قریب پہنچے تو اُن پر کپکپی طاری ہوگئی یا زلزلے نے آ پکڑا۔ یوں اُن کے لئے ایک خوفناک صورت حال پیدا ہوگئی۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا، اے پروردگار، اگر تیری مشیت یہی تھی تو اس سے پہلے بھی ہمیں ہلاک کر سکتا تھا، غلطی تو ہم سے ضرور ہوئی مگر ہم نے اتنا بڑا کفارہ بھی تو ادا کر دیا ہے، اپنی قوم کے اتنے لوگوں کو ذبح کر دیا ہے۔ تو کیا تو ہمیں ہمارے کچھ بے وقوف لوگوں کی حرکت کی وجہ سے ہلاک کر دے گا؟ اے اللہ! یہ تیری طرف سے ایک آزمائش ہے۔ تو اس کے ذریعے سے جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے، ہدایت دیتا ہے۔ تو ہمارا پشت پناہ ہے، پس ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما۔ اور یقیناً تمام بخشنے والوں میں تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے۔

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

تکبر، خیانت اور قرض سے دور رہنا

عَنْ ثَوْبَانَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: ((مَنْ فَارَقَ الرُّوْحُ الْجَسَدَ وَهُوَ بَرِيْءٌ مِنْ ثَلَاثٍ مِنَ الْكِبْرِ وَالْغُلُوْلِ وَالدَّيْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ)) (رواہ الترمذی)

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو روح جسم سے جدا ہوئی اور وہ تین چیزوں، تکبر، خیانت اور قرض سے بری تھی، تو وہ جنت میں داخل ہوگی۔“

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اٹل حقیقت

انسان یقیناً خطا کا پتلہ ہے، صرف انبیا معصوم ہوتے ہیں۔ درحقیقت انبیا کی حیثیت اُس پاک اور بے عیب ذات کے دنیا میں نمائندے کی ہوتی ہے جو اس کائنات کی مالک اور خالق ہے۔ اگرچہ اللہ کی کتاب قرآن مجید میں بعض ایسے واقعات درج ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان مقدس ہستیوں سے بھی خطا سرزد ہوئی، لیکن اُنہوں نے اللہ کی توفیق سے رجوع کیا، اپنی خطا کے اعتراف کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرکے اُس سے مغفرت طلب کی۔ مثلاً نبی اوّل حضرت آدم علیہ السلام نے اُس شجر کا ثمر کھالیا جس سے اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر منع فرمایا تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اعتراف خطا بھی کیا اور توبہ کے لئے پشیمان بھی ہوئے۔ اس پر اللہ نے خود یہ کلمات سکھائے: (ترجمہ) ”اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر آپ نے ہماری مغفرت نہ کی اور ہم پر ترس نہ کیا تو ہم خسارہ پانے والے ہوجائیں گے۔“ اس استدعا پر آپؑ کی توبہ قبول ہوئی۔ حضرت یونس علیہ السلام اپنی قوم کو عذاب سے ڈراتے رہے اور جب عذاب کے آثار ظاہر ہوئے تو آپؑ نے یہ سمجھ کر کہ اس بستی کو تہس نہس کردیا جائے گا اور اللہ کی سنت ہے کہ وہ عذاب سے پہلے اُس بستی سے اپنے بندے نکال دیتا ہے، ایک آبی راستے کے ذریعے وہاں سے ہجرت کرلی۔ لیکن دوران سفر وہ دریا میں گرے اور اُنہیں مچھلی نے نگل لیا۔ آپ جان گئے کہ اُن سے خطا ہوگئی ہے۔ انہیں اللہ رب العزت کے خصوصی حکم کے بغیر بستی سے نہیں نکلنا چاہئے تھا، لہٰذا مسلسل ورد کیا: (ترجمہ): ”اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور پاک ہے تیری ذات اور میں خطا کاروں میں سے ہوں“ تب یہ توبہ قبول ہوئی اور مچھلی نے اُنہیں ساحل پر آکر اُگل دیا۔ علاوہ ازیں حضرت داؤد علیہ السلام کی بھی ایک خطا کی طرف اشارہ ہے، جس کے افشاء ہونے پر وہ بھی اللہ کے حضور سربسجود ہوگئے۔ عزازیل جو قوم جن سے تھا لیکن اپنی عبادت اور علم کی وجہ سے فرشتوں کی صف میں شامل کرلیا گیا تھا، جب وہ اللہ کے حکم کی سرتابی کر بیٹھا تو اُس کا رویہ برعکس تھا۔ اعتراف اور معافی تلافی کی بجائے اس نے اصرار اور دلیل وتاویل کی راہ اختیار کی تو راندہ درگاہ ہوا۔ سزا سن کر بھی اُس کا اصرار اور ہٹ دھرمی ختم نہ ہوئی اور انسانوں کو گمراہ کرنے کے لئے قیامت تک کی مہلت مانگی، جو اُسے دے دی گئی، لیکن اب وہ ابلیس ہے یعنی مکمل طور مایوس شدہ۔ انسانوں میں سے بھی جو افراد خصوصاً اقوام اس کی پیروی کرتے ہوئے گناہ اور غلطی پر اصرار کرتے ہیں، تاویلات کرتے ہیں، دلائل کا انبار لگادیتے ہیں اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہیں، اپنی چکنی چپڑی باتوں اور لچھے دار تقاریر سے حق کو باطل اور باطل کو حق ثابت کرنے پر تلے رہتے ہیں، تاریخ گواہ ہے بالآخر سزا کے حقدار قرار پاتے ہیں۔ مال ودولت سے لدی، طاقت اور قوت کی حامل انتہائی شان وشوکت اور کر وفر رکھنے والی کئی قومیں تاریخ کے پہیئے تلے اتنی بُری طرح کچلی گئیں کہ استعمال شدہ بھوسے کی مانند ہوگئیں۔ کچھ کے آثار تاریخ میں ڈھونڈے سے مل جاتے ہیں۔ کئی کا نام ونشان مٹ گیا۔ ان سب کا مشترکہ جرم اور گناہ کیا تھا؟ یہی، اپنی غلطی اور گناہ پر اصرار۔

آج ہم بھی اس غلطی کا اعادہ کررہے ہیں۔ جس طرح ایک جھوٹ کو چھپانے کے لئے کئی جھوٹ بولنے پڑتے ہیں، اسی طرح ہم اپنی ایک غلطی پر اصرار کرتے ہوئے غلطیوں پر غلطیاں کرتے جارہے ہیں اور صراطِ غیر مستقیم پر سرپٹ دوڑے جارہے ہیں۔ منزل کی طرف پیٹھ کرنے والا جتنی تیزی سے چلے گا اُتنا ہی منزل سے دور ہوتا جائے گا۔ 1947ء میں برصغیر کی تقسیم سے پاکستان کے نام سے ایک اسلامی فلاحی ریاست بنانا مقصود نہیں تھا بلکہ محض مسلمانوں کا ایک الگ ملک بنانا ہدف تھا، اس کے حق میں لمبے چوڑے مضامین لکھے جارہے ہیں۔ بدقسمتی کی انتہا ملاحظہ ہو، جوانی میں مذہبی پس منظر رکھنے والے ایک کالم نگار جو بڑھاپے کی منازل طے کرتے ہوئے اپنے آخری مسکن کی طرف رواں دواں ہیں، اس عمر میں اپنے کالموں میں ملحد دانشوروں کے خیالات کو جگہ دیتے ہوئے ایسے عنوانات سے مزین کررہے ہیں ”قومی ریاست سے مذہبی ریاست کی طرف سفر۔“ (باقی صفحہ 17 پر)

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 18 — شمارہ 27

13 تا 19 رجب المرجب 1430ھ
7 تا 13 جولائی 2009ء

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت

سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67۔ اے علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور۔ 54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org

مقام اشاعت: 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔ 54700
فون: 03-5869501
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 10 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......300 روپے
بیرون پاکستان

انڈیا----------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)

ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
”مکتبہ خدام القرآن“ کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

”ادارہ“ کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

تمہید

نہ دَیر میں نہ حرم میں خودی کی بیداری
کہ خاوراں میں ہے قوموں کی روح تریاکی!
اگر نہ سہل ہوں تجھ پر زمیں کے ہنگامے
بُری ہے مستیِ اندیشہ ہائے افلاکی!
تری نجات غمِ مرگ سے نہیں ممکن
کہ تو خودی کو سمجھتا ہے پیکرِ خاکی!
زمانہ اپنے حوادث چھپا نہیں سکتا
ترا حجاب ہے قلب و نظر کی ناپاکی!
عطا ہوا خس و خاشاکِ ایشیا مجھ کو
کہ میرے شعلے میں ہے سرکشی و بے باکی!

......﴿۲﴾......

ترا گناہ ہے اقبالؔ مجلس آرائی
اگرچہ تو ہے مثالِ زمانہ کم پیوند!
جو کوکنار کے خوگر تھے ان غریبوں کو
تری نوا نے دیا ذوقِ جذبہ ہائے بلند!
تڑپ رہے ہیں فضا ہائے نیلگوں کے لیے
وہ پرشکستہ کہ صحنِ سرا میں تھے خورسند!
تری سزا ہے نوائے سحر سے محرومی
مقامِ شوق و سرور و نظر سے محرومی!

(1) علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ میں نے ساری سرزمین مشرق دیکھی ہے اور مشرقی اقوام کے حالات کا بھی تجزیہ کیا ہے۔ موجودہ حالت یہ ہے کہ ایشیا میں نہ مسلمانوں کی خودی بیدار ہے نہ غیر مسلموں کی۔ مسلم اور غیر مسلم دونوں اپنی خودی سے غافل ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مشرقی اقوام کی روح خوابیدہ ہے۔ خودی کی بیداری کے لیے ہوش شرط ہے، لیکن جو شخص یا قوم افیون کے نشے میں مست ہو، اُس کی خودی کیسے بیدار ہو سکتی ہے؟

(2) جو قوم کشمکشِ حیات میں مبتلا ہو اور چاروں طرف سے آفات و مصائب میں محصور ہو، اُس کو لازم ہے کہ پہلے اُس سے نجات حاصل کرے۔ اگر وہ قوم غلامی کی زنجیروں کو توڑنے کی بجائے فلسفہ اور منطق کے مسائل میں منہمک رہے، تو یہ انہماک اس کے حق میں بہت مضر ہے۔

(3) اے مخاطب! اگر تو اپنی نادانی سے خودی کو پیکرِ خاکی یعنی مادّی بنتے سمجھتا ہے تو پھر تُو موت کے غم سے نجات نہیں پا سکتا، یعنی اگر کوئی مسلمان اپنی جہالت سے یہ سمجھتا ہے کہ رُوح بھی جسم کی طرح فانی ہے، اور مرنے کے ساتھ ساتھ زندگی ختم ہو جائے گی تو وہ شخص بلا شبہ موت کے تصور سے لرزہ براندام رہے گا، لیکن اگر وہ یہ سمجھتا ہے کہ میری خودی، موت کے بعد بھی باقی رہے گی تو پھر اسے موت کا کوئی ڈر نہ ہوگا۔

(4) دنیا میں جو واقعات رونما ہوتے رہے ہیں، اُن کا وقوع، مختلف النوع قوانین کا پابند ہے اور ہر واقعے کا جس طرح کوئی نہ کوئی سبب ہوتا ہے، اسی طرح نتیجہ بھی ہوتا ہے۔ اگر تو اسباب اور نتائج کو نہیں دیکھ سکتا تو اِس کا سبب یہ ہے کہ تیرا دل اور تیری نظر دونوں ناپاک ہیں اور یہ ناپاکی تیرے حق میں حجاب بن گئی۔

(5) خالقِ کائنات نے مجھے بے خوف اور بے باک شعلے (مراد شاعری) عطا کر کے مجھ پر یہ ذمہ داری ڈال دی ہے کہ میں اقوامِ مشرق کو، جو اس وقت گھاس پھونس کی مانند ہیں، ان شعلوں سے جلا کر ان میں حرارت پیدا کر دوں اور اُن کی مردہ رگوں میں جان ڈال دوں۔

تمہید کے دوسرے حصے میں جسے "غزل" سے تعبیر کیا ہے، فرماتے ہیں:

(1) اے اقبال! اگرچہ تو لوگوں سے کم میل جول رکھتا ہے، لیکن یہ جو تو اپنے ہاں مجلس آراستہ کرتا ہے اور دوسروں تک اپنا پیغام پہنچاتا ہے، کیا یہ گناہ کم ہے؟

(2) جو لوگ پوست پی کر اونگھتے رہتے تھے، وہ تیری شاعری سے بیدار ہو گئے ہیں۔

(3) وہ پرندے جو گھروں کے تنگ صحنوں میں خوش تھے، وہ اپنے ٹوٹے ہوئے پروں کے باوجود اب آسمان کی نیلی فضاؤں میں اُڑنے کے لیے بیتاب ہیں۔ مُراد یہ ہے کہ اے اقبال، تیری شاعری نے ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ رہنے والوں میں اور غلامی پر قناعت کرنے والوں میں غلامی کی زنجیریں توڑ کر ترقی کی منزلیں طے کرنے کا جذبہ پیدا کر دیا ہے۔

(4) اے اقبال! تیرے اس گناہ کی سزا (جو تُو اپنی نوائے شاعری سے مردہ قوموں کو زندہ کر رہا ہے) تیرے بدخواہ یہ دینا چاہتے ہیں کہ تجھے نوائے سحر، تیرے ذوق و شوق اور تیری اُس نظر سے تجھے محروم کر دیا جائے تو جو تو نے پسی ہوئی قوموں کو اٹھانے اور بیدار کرنے کے لیے اُن پر رکھی ہوئی ہے۔ اسلام کی مخالف طاقتیں یہ چاہتی ہیں کہ کوئی صورت ایسی ہو کہ تو نوائے سحر اور مقامِ شوق سے محروم ہو جائے، تا کہ محکوم قوموں کے اندر حریت کے جذبات پیدا نہ کر سکے۔

مومنوں کی دوستی کفار سے نہیں، صرف اللہ، اس کے پیغمبرؐ اور اہل ایمان سے ہوتی ہے

ارتداد کی حقیقت ۔ اور ۔ جہاد فی سبیل اللہ کا مفہوم

سورۃ المائدہ کی آیات 53، 54 کی روشنی میں

مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید کے 19 جون 2009ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[سورۃ المائدہ کی آیات 53، 54 کی تلاوت اور خطبۂ مسنونہ کے بعد]

حضرات! گزشتہ خطاب جمعہ میں میں نے سورۃ المائدہ کی آیات 51، 52 پر گفتگو کی تھی، جن میں اہل ایمان کو یہود و نصاریٰ سے دوستی سے منع کیا گیا ہے۔ آج اس سے اگلی دو آیات کی روشنی میں بیان ہوگا۔ فرمایا:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِى اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗۤ ۙ﴾

''اے ایمان والو! اگر کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے گا، تو اللہ ایسے لوگ پیدا کردے گا جن کو وہ دوست رکھے اور جسے وہ دوست رکھیں۔''

اس آیت میں اسلام کی بقا اور حفاظت کے لئے خدائی انتظام کا ذکر کیا گیا ہے۔ پچھلی آیات میں کفار کی دوستی سے منع کیا گیا تھا۔ یہاں اس بات کو واضح کیا کہ اے مسلمانو، اگر تم میں سے کوئی شخص یا قوم موالات کفار کی بنا پر اسلام سے پھر جائے، تو پھر جائے۔ اللہ کو اس کی کوئی پروا نہیں۔ وہ اپنے دین کے لئے کوئی اور قوم اٹھا دے گا۔ یہاں ''ارتداد'' کی بات آئی ہے۔ ارتداد دو طرح کا ہے۔ ایک ارتداد حقیقی ہے، یعنی ایک شخص اپنے دین سے منحرف ہو جائے۔ یہود و نصاریٰ بھی چاہتے ہیں کہ مسلمان اسلام کو چھوڑ کر اُن کے دین کو اختیار کرلیں۔ چنانچہ سورۃ البقرہ میں فرمایا گیا کہ ''یہود و نصاریٰ تم سے ہرگز راضی نہیں ہوں گے، یہاں تک کہ تم اُن کی ملت (دین) کی پیروی کرنے لگو۔'' (البقرہ: 120)

ارتداد کی دوسری صورت ارتداد معنوی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کو یہود و نصاریٰ کی دوستی سے سختی سے منع کیا ہے۔ اللہ کے اس حکم کے باوجود جو لوگ اُن سے دوستی کی پینگیں بڑھاتے ہیں، گویا معنوی ارتداد کر رہے ہیں۔ اُن کا شمار انہی یہود و نصاریٰ میں ہوگا، خواہ وہ اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے ہوں، اُن کی روش دین سے پھرنے کے مترادف ہے۔ منافقین کی یہی کیفیت تھی۔ اُن کا نقشہ سورۃ النساء میں بایں الفاظ کھینچا گیا ہے: (ترجمہ) ''جو لوگ ایمان لائے پھر کافر ہوگئے، پھر ایمان لائے، پھر کافر ہوگئے، پھر کفر میں بڑھتے گئے، اُن کو خدا نہ تو بخشے گا اور نہ سیدھا رستہ دکھائے گا۔'' (آیت:137)

منافقین میں سے اکثر وہ تھے جو محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان تو لے آئے تھے، مگر ان کی دوستیاں یہود و نصاریٰ سے چل رہی تھی۔ اُن کو چھوڑنے پر آمادہ نہیں تھے۔ مال اور دنیا کی محبت کی وجہ سے جہاد کے لئے نکلنے سے گریز کرتے تھے۔ اللہ کی راہ میں انفاق اُن پر گراں گزرتا تھا۔ تو اگرچہ ظاہراً وہ کفر میں نہیں گئے مسلمان ہی رہے لیکن اُن کی یہ روش معنوی ارتداد کے مترادف تھی۔ اس لئے کہ بندۂ مومن جب اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لاتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ کا ہر حکم مانے گا، رسول اللہ ﷺ کے فرامین پر چلے گا۔ ایمان لانے کے بعد اگر وہ دنیا کی محبت میں اللہ اور نبی کے احکامات کو نظر انداز کر رہا ہے، اللہ کی راہ میں نکلنے کا موقع آتا ہے تو جھوٹے بہانے بناتا اور اُن پر قسمیں کھاتا ہے، تو یہ مزاج کفر عملی ہے۔ چنانچہ منافقوں کے بارے میں فرمایا: ''(اے محمدؐ) جب منافق لوگ تمہارے پاس آتے ہیں تو (ازراہِ نفاق) کہتے ہیں کہ ہم اقرار کرتے ہیں کہ آپ بے شک اللہ کے پیغمبر ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ درحقیقت تم اس کے پیغمبر ہو، لیکن اللہ ظاہر کئے دیتا ہے کہ منافق دل سے اعتقاد نہ رکھنے کے لحاظ سے جھوٹے ہیں۔'' (المنافقون:1)

نبی کریمؐ کے وصال کے بعد حقیقی ارتداد بھی ہوا کہ بہت سے لوگ اسلام چھوڑ کر کفر و شرک میں داخل ہوگئے۔ ان کے خلاف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جہاد کیا۔

دراصل اللہ نے واضح فرمادیا کہ مسلمانو، اگر تم لوگ اللہ کے دین سے پھر جاتے ہو تو پھر جاؤ، اللہ کو تمہاری کوئی ضرورت نہیں۔ وہ تمہاری جگہ اور لوگ لے آئے گا، جو اُس کے دین کا علم اٹھالیں گے۔ وہ اللہ کے سچے وفادار ہوں گے۔ یہی لوگ حزب اللہ (اللہ کی پارٹی) ہوں گے، جو حزب الشیطان (شیطان کی پارٹی) پر غالب آئیں گے۔ ان لوگوں کی پہلی صفت یہ ہوگی کہ وہ اللہ سے محبت رکھیں گے اور اللہ بھی

> ''مومنوں پر نرم'' ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ اپنی طاقت کبھی اہل ایمان کے مقابلے میں استعمال نہیں کریں گے۔ اُن کی صلاحیتیں، ذہانت اور طاقت مسلمانوں کو دبانے اور کچلنے میں صرف نہ ہوگی، بلکہ اُن کی بہتری میں لگے گی

اُن سے محبت کرے گا۔ قرآن میں ایک اور مقام پر فرمایا کہ اللہ محسنین سے محبت کرتا ہے۔ یعنی اُس کی محبت اُن لوگوں سے ہوتی ہے جن کے اندر احسان کی صفت ہوتی ہے۔ احسان اس یقین کا نام ہے کہ بندگی بجا لاتے ہوئے آدمی یہ سمجھے کہ میں اللہ کو دیکھ رہا ہوں، یا کم از کم یہ یقین ہو کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ جب دل میں یہ یقین ہوگا تو آدمی کے ہر کام میں حسن اور نکھار آئے گا۔ وہ جہاں کہیں بھی اپنی ذمہ داریاں ادا کرے گا، اللہ کے خوف اور اس کی رضا جوئی کے خیال کو اپنے پیش نظر رکھتے ہوئے کرے گا۔ اللہ کی محبت کا مظہر اور ذریعہ نبیؐ کی اتباع ہے۔ جیسا کہ سورہ آل عمران میں فرمایا: ''(اے نبی ان سے) کہہ دیجئے اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا۔'' (آیت: 31) سو اللہ تعالیٰ جن لوگوں کے ہاتھ اپنا دین کا جھنڈا تھمائے گا، وہ نبیؐ کا اتباع کرنے والے ہوں گے۔

اسی آیت میں ان لوگوں کی دوسری صفت یہ بیان کی کہ

﴿اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۡ﴾

''اور جو مومنوں کے حق میں نرمی کریں اور کافروں سے سختی سے پیش آئیں۔''

''مومنوں پر نرم'' ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ اپنی طاقت کبھی اہل ایمان کے مقابلے میں استعمال نہیں کریں گے۔ اُن کی صلاحیتیں، ذہانت اور طاقت مسلمانوں کو دبانے اور کچلنے میں صرف نہ ہوگی، بلکہ اُن کی بہتری میں لگے گی۔ وہ ان کے لئے ہمدرد، رحمدل اور نرم خو ہوں گے۔ ''کفار پر سخت'' ہونے سے مراد یہ ہے کہ اپنے ایمان کی مضبوطی اور پختگی اور سیرت و کردار کی طاقت کی وجہ سے وہ اعدائے اسلام کے مقابلے میں سخت چٹان کی مانند ہوں گے۔ انہیں کسی بھی طرح اسلامی ضابطہ اور اصولوں سے منحرف نہ کیا جاسکے گا۔ وہ حق کی بالادستی کے لئے، کفار کے دباؤ کا بھرپور مقابلہ کریں گے اور اس معاملے میں کسی بھی مزاحمت اور مخالفت کی کوئی پروا نہیں کریں گے۔ علامہ اقبال نے آیت قرآنی کے اس حصے کی بہت عمدہ ترجمانی اپنے اس شعر میں کی ہے۔

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

اِن صفات کی روشنی میں آج ہم مسلمانوں بالخصوص اُن کے حکمرانوں کا جائزہ لیں، تو مجموعی تصویر اس کے بالکل برعکس دکھائی دیتی ہے۔ یہ مسلمان حکمران اسلامی قوتوں کے خلاف زبردست چٹان بنے ہوئے ہیں۔ اور فرعونِ وقت، امریکہ کی ڈکٹیشن پر اُن کے کچلنے کی پالیسی پر عمل پیرا ہیں، لوگوں کو پکڑ پکڑ کر امریکہ کے حوالے کر رہے ہیں، وہ امریکہ جو اسلام دشمنی میں عالم اسلام پر یلغار کر رہا ہے۔ دوسری طرف کفار کے ساتھ اُن کا معاملہ نیاز مندی اور وفاداری کا ہے۔ اُن کے سامنے ان حکمرانوں کے سر جھکے ہوئے ہیں۔

مسلمان حکمران یہ سب کچھ اس کے باوجود کر رہے ہیں کہ امریکہ کی جنگ درحقیقت اسلام کے خلاف ہے۔ وہ اسلامی نظام زندگی کا راستہ روکنے کے لئے اسلامی دنیا پر یلغار کر رہا ہے، اور اُن قوتوں کا خاتمہ کرنا چاہتا ہے، جو اُس کے دجالی نظام اور شیطانی تہذیب کی بالادستی ماننے کو تیار نہیں۔ اور وہ اُن کے خلاف اپنے سارے وسائل بروئے کار لا رہا ہے۔

تیسری صفت یہ بیان کی ہے کہ:

﴿يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ۭ﴾

''اللہ کی راہ میں جہاد کریں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں۔''

اُن میں یہ صفت بھی ہوگی کہ وہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے۔ (یہاں مراد قتال فی سبیل اللہ ہے) راہ خدا میں جہاد سے مراد وہ سعی و جہد ہے جو اللہ کے دین کے غلبے کے لئے کی جائے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سوال کیا، یا رسول اللہ! کون سا قتال فی سبیل اللہ ہے؟ ہم میں سے ایک شخص غیض و غضب سے مغلوب ہو کر جہاد کرتا ہے یا قبائلی عصبیت کی خاطر لڑتا ہے (تو کیا یہ فی سبیل اللہ جہاد ہے؟) آپؐ

فرانس میں خواتین کے برقع پہننے پر پابندی سے متعلق سرکوزی کے بیان پر این جی اوز اور مغرب زدہ طبقے کی خاموشی اُن کی غلامانہ ذہنیت اور دورخی پالیسی کا مظہر ہے

حافظ عاکف سعید

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے ایک بیان میں کہا ہے کہ فرانس کے صدر سرکوزی نے اپنے ملک میں خواتین کے برقع پہننے پر پابندی کے لئے قانون سازی کی بات کی ہے جس پر مسلم ممالک کی طرف سے کوئی ردِعمل سامنے نہیں آیا، جبکہ افغانستان میں طالبان نے خواتین کو پردہ کے لئے کہا تو یورپ نے دنیا بھر میں ہنگامہ کھڑا کر دیا۔ خصوصاً پاکستان میں یورپ کی پروردہ N.G.O's نے میڈیا میں اس کو جبر اور ظلم قرار دے کر آسمان سر پر اٹھا لیا اور مغرب زدہ خواتین سڑکوں پر مظاہرہ کے لئے نکل آئیں۔ اُن کا موقف تھا کہ ہم پردہ کے خلاف نہیں، زبردستی اور جبر کے خلاف ہیں۔ اِن کے اِس موقف کو درست بھی تسلیم کر لیا جائے تو سوال یہ ہے کہ برقع پہننے کی اجازت نہ دینے کے خلاف وہ میدان میں کیوں نہیں نکلیں بلکہ اُنہوں نے اور مغرب زدہ مرعوب ذہنیت کے حامل مردوں نے فرانس کے صدر کے خلاف ایک بیان تک نہیں دیا۔ یقیناً یہ غلامانہ ذہنیت اور دورخی پالیسی کا نتیجہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان عناصر کی اصل دشمنی اسلامی شعائر سے ہے جو وقتاً فوقتاً ثابت ہوجاتی ہے۔

(پریس ریلیز 29/جون 2009ء ۔ جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشرواشاعت)

نے اپنا سر مبارک اُٹھایا اور فرمایا: جس نے قتال کیا، اس غرض سے کہ اللہ کا کلمہ سربلند ہو جائے، بس (وہ شخص ہے جس کا قتال) راہ خدا میں ہے۔ (صحیح بخاری) اس حدیث سے واضح ہے کہ فی سبیل اللہ جہاد اُس شخص کا ہے جو باطل نظام کو اکھاڑنے اور نظامِ حق کے قیام کے لئے کرتا ہے، تاکہ صحیح معنوں میں ایک اسلامی ریاست قائم ہو جائے۔ یا پھر وہ اسلامی ریاست کا دفاع کرتا ہے۔ ایسے لوگ راہِ حق میں جہاد کرتے ہوئے کسی ملامت گر کی ملامت کی کوئی پرواہ نہیں کرتے۔ اُن کا ہدف اللہ کی رضا ہوتا ہے۔ اللہ کی رضا جوئی میں وہ ہر قسم کی ملامت کو برداشت کرتے ہیں اور کسی بھی چیز کو خاطر میں نہیں لاتے۔

﴿ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝﴾

''یہ اللہ کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔ اور اللہ بڑی کشائش والا اور جاننے والا ہے۔''

یعنی یہ اوصاف جن کا ذکر ہوا ہے، اللہ کے فضل کا مظہر ہیں۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنے فضل سے نوازتا ہے۔ جن کو یہ اوصاف عطا ہوئے، اللہ نے انہیں چن لیا ہے۔ اللہ کا فضل یہ نہیں کہ کسی کو بے حد وحساب دولت مل جائے جو اُس کے دین وایمان کے لئے خطرہ ثابت ہو۔ بلکہ فضل یہ ہے کہ آدمی اللہ سے محبت کرے، اپنے دینی بھائیوں کے لئے نرم اور کفار کے لئے سخت ہو اور اسلام کے غلبے کے لئے اپنی توانائیاں صرف کرے۔ ہم اللہ سے اس فضل کے طلب گار ہیں۔ اے اللہ! ہمیں اس فضل سے نواز دے۔

اگلی آیت میں اہلِ ایمان کو بتایا کہ اُن کے تعلقات اور موالات کس سے ہونے چاہئیں۔ فرمایا:

﴿ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ۝﴾

''تمہارے دوست تو اللہ اور اُس کے پیغمبر اور مومن لوگ ہی ہیں، جو نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے اور (اللہ کے آگے) جھکتے ہیں۔''

پچھلی آیات میں یہود ونصاریٰ سے دوستی کرنے سے روکا گیا تھا۔ اب یہ بتایا کہ تمہاری دوستی کا رشتہ کس سے استوار ہونا چاہئے۔ مسلمانو، تمہاری دوستی تو اللہ سے ہونی چاہئے، اللہ کے رسول ﷺ سے ہونی چاہئے، اور اُن اہلِ ایمان سے ہونی چاہئے جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں، اور عاجزی کرتے ہیں۔ اقامت صلوٰۃ، ایتائے زکوٰۃ اور عاجزی کے ذکر سے یہ بتانا مقصود ہے کہ اللہ کے یہ بندے حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کو ادا کرتے ہیں۔ وہ پورے دین پر کاربند ہوتے ہیں، محض اسلام کے زبانی دعوے نہیں کرتے۔ ایسے اہلِ ایمان تمہارے دوست ہونے چاہئیں، نہ وہ لوگ جو محض اسلام کے دعوے کرتے ہیں، عملاً اسلامی ضابطۂ حیات پر چلنے کو تیار نہیں۔ نہ اللہ کے حقوق ادا کرتے ہیں نہ انہیں حقوق العباد کی کوئی فکر ہے۔

اگلی آیت میں فرمایا:

﴿ وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝﴾

''اور جو شخص اللہ اور اُس کے پیغمبر اور مومنوں سے دوستی کرے گا تو (وہ اللہ کی جماعت میں داخل ہوگا اور) اللہ کی جماعت ہی غلبہ پانے والی ہے۔''

جن لوگوں کی دوستی اللہ اس کے رسول ﷺ اور اہلِ ایمان سے ہوگی، بس لوگ اللہ کی پارٹی ہیں۔ جو اس کے علاوہ ہیں وہ حزب الشیطان کا حصہ ہیں۔ اور اللہ کا فیصلہ ہے کہ آخری غلبہ حزب اللہ ہی کو ملے گا۔ شیطانی گروہ کو بالآخر منہ کی کھانا پڑے گی۔ اللہ کی جماعت کو جب بھی اقتدار ملے گا وہ اللہ کی دین اور شریعت کا نفاذ کرے گی، اس کے غلبہ وتوسیع کے لئے جہاد کرے گی۔

صحابہ کرام ؓ کی زندگیوں پر نظر ڈالیں۔ نبی ﷺ کے وصال کے بعد وہ سرزمین عرب سے باہر نکلے، سلطنت روم اور سلطنت فارس کے خلاف جہاد کیا اور جو علاقے فتح ہوئے، وہاں اللہ کے دین کو نافذ کیا۔ یعنی اللہ کے دین کو law of the land بنایا گیا۔ یاد رہے کہ لوگوں پر قبولِ اسلام کے لئے کبھی جبر نہیں کیا گیا، اس لئے کہ اسلام دوسروں پر جبر کا روادار نہیں...... تلوار تو نظامِ حق کے غلبے کے لئے اٹھائی گئی۔ البتہ جب اللہ کا دین نافذ ہو گیا تو اس کا عدل وانصاف اور برکات دیکھ کر لوگ جوق در جوق مسلمان ہوئے...... ایک مرتبہ پھر اللہ کی جماعت کو غلبہ حاصل ہوگا۔ قیامت سے قبل کل روئے ارضی پر اللہ کا دین غالب ہوگا، خواہ دنیا بھر کی اسلام دشمن صلیبی اور صیہونی قوتیں اسلام کے خلاف اکٹھی کیوں نہ ہو جائیں، جیسے کہ اس وقت انہوں نے متحدہ محاذ بنایا ہوا ہے۔ اور دجالی فتنہ رفع ہوگا۔ دجالی فتنہ دنیا پر شیطانی قوتوں کا اقتدار ہے، جن کا ہدف اسلام کے سچے جاں نثار اہلِ ایمان ہیں۔ جب مسیح الدجال آئے گا تو اُس کے فتنے میں مسلمانوں کی عظیم اکثریت بہہ جائے گی۔ (اللہ ہمیں اس سے محفوظ رکھے) ہاں اُن اوصاف کے حامل لوگ جن کا تذکرہ ان آیات میں ہوا ہے وہ دجالی فتنے کے خلاف آخر دم تک برسرِ پیکار رہیں گے، اور بالآخر انہیں کو فتح حاصل ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حزب اللہ میں شامل کرے۔ (آمین)

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ "قرآن اکیڈمی ڈیفنس کراچی" میں

18 جولائی بروز ہفتہ نماز عصر تا 24 جولائی 09ء بروز جمعہ نماز ظہر

مبتدی تربیت گاہ

اور 24 جولائی بروز جمعہ نماز عصر تا 26 جولائی 09ء بروز اتوار نماز نماز ظہر

مدرسین تربیت گاہ

کا آغاز ہو رہا ہے۔ ان تربیت گاہوں میں زیادہ سے زیادہ رفقاء شریک ہوں

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

المعلن: مرکزی شعبہ تربیت رابطہ: 042-6316638-6366638 0333-4311226

زرعی زمینیں غیر ملکیوں کو دینے کا ہولناک منصوبہ اور امریکہ کو کھربوں کی اراضی کوڑیوں کے بھاؤ فروخت

چیف جسٹس صاحب! دھرتی آپ کو پکار رہی ہے

سٹیل ملز کی نجکاری کے حوالے سے سوموٹو ایکشن کی طرح اس معاملے کا بھی ازخود نوٹس لیں

محبوب الحق عاجز

فوجی آمر پرویز مشرف کا قصور یہی نہیں کہ اُس نے خارجی محاذ پر اپنے اقتدار کے تحفظ کی خاطر امریکی ڈکٹیشن پر عمل کرتے ہوئے، قومی اور ملی مفاد کے حوالہ سے بڑی ضرررساں پالیسیاں اپنائیں، جنھوں نے ملک و قوم کو مسائل و مصائب کے گرداب میں لا کھڑا کیا، بلکہ اُس کا جرم یہ بھی ہے کہ اُس نے اقتصادی محاذ پر ورلڈ بنک، آئی ایم ایف اور اُن کے گماشتوں کے کہنے پر ملک کے اداروں کو غیر ملکی گروپوں اور اداروں کو کوڑیوں کے بھاؤ فروخت کیا اور یوں قومی خزانے کو اربوں روپے کے سالانہ منافع سے محروم کیا۔ وہ ادارے جو نجکاری کے نام پر مشرف دور میں نیلام ہوئے، اُن میں پی ٹی سی ایل، حبیب بینک، یو بی ایل اور کے ای ایس سی وغیرہ شامل ہیں۔

18 فروری 2008 کے انتخابات کے بعد جب عوام کی نمائندہ حکومت وجود میں آئی، تو اہل پاکستان بجا طور پر یہ توقع کر رہے تھے کہ اب ملک و قوم پر مسلط سیاہ رات کا خاتمہ ہوگا، اور سپیدۂ سحر نمودار ہوگا، اور داخلہ و خارجہ محاذوں اور اقتصادی میدان میں آبرومندانہ، قومی امنگوں سے ہم آہنگ اور ملکی مفادات سے مطابقت رکھنے والی پالیسیاں اپنائی جائیں گی، لیکن ؏ اے بسا آرزو کہ خاک شد۔ عوام کی پارٹی اور عوام کی حکومت نے بھی کم و بیش انہی پالیسیوں کو اپنایا ہے جن سے گزشتہ نو سالوں سے ہمارا قومی وجود چھلنی ہوا۔ موجودہ حکومت کی اقتصادی پالیسیاں بھی نہ صرف یہ کہ ملک کو معاشی تباہی کی جانب لے جانے والی ہیں، بلکہ اس اعتبار سے اور بھی زیادہ تشویشناک ہیں کہ ان سے ملک کی بقا و سلامتی کو شدید خطرات لاحق ہو سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں پیپلز پارٹی کے 16 ماہ کے دورِ اقتدار سے کئی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ جن میں مشترکہ مفادات کونسل کی منظوری کے بغیر کئی اہم قومی اداروں مثلاً پاکستان ریلوے، پاکستان پوسٹ، یوٹیلٹی سٹورز کارپوریشن، پاکستان مشین ٹول فیکٹری، پاکستان ٹورازم ڈویلپمنٹ کارپوریشن کے ہوٹل اور ریسٹورنٹ، نیشنل انشورنس کمپنی اور بجلی کی چار اہم کمپنیوں کی کوڑیوں کے مول نجکاری کا منصوبہ ہے۔ تاہم ہم یہاں صرف دو ایسے تلخ حقائق کا ذکر کریں گے جو سب سے زیادہ خوفناک ہیں۔

(1) زرعی زمینوں کو غیر ملکیوں کے حوالے کرنے کا منصوبہ

(2) کے پی ٹی کی اراضی کی کوڑیوں کے بھاؤ امریکی سفارت خانے کو فروخت

اخباری اطلاعات کے مطابق حکومت نے فرینڈز آف پاکستان کی خوشنودی کے لئے دوست ممالک کو یہ پیشکش کی ہے کہ وہ پاکستان کی زرعی اراضی کو نہ صرف کم قیمت پر خرید سکتے ہیں، بلکہ وہ اس پر کارپوریٹ فارمنگ کر کے سو فی صد منافع بھی ملک سے باہر لے جا سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں انہیں کئی مراعات بھی حاصل ہوں گی۔ غیر ملکی سرمایہ کاروں کو کارپوریٹ فارمنگ پر ٹیکس میں چھوٹ دی جائے گی۔ وہ تمام زرعی آلات بھی بغیر کسی درآمدی ڈیوٹی کے باہر سے یہاں لا سکیں گے۔ اُن پر پاکستان کے لیبر قوانین کا اطلاق نہیں ہوگا۔ وہ ان قوانین پر عمل درآمد کئے بغیر جیسے چاہیں گے اپنے کسانوں سے کام لے سکیں گے۔ وفاقی وزیر نجکاری کے مطابق ابتدائی طور پر یہ پیشکش صرف سعودی عرب، بحرین، عمان اور متحدہ عرب امارات کو کی گئی ہے۔ انہیں کہا گیا ہے کہ وہ پاکستان کے چاروں صوبوں میں موجود دس لاکھ ایکڑ زرعی زمینوں، محکمہ اوقاف کی زمینوں اور ضبط شدہ زمینوں میں سے (فی سرمایہ کار 1500 ایکڑ) زمین سو فی صد ملکیت اور پچاس سال کی لیز پر حاصل کریں اور کارپوریٹ فارمنگ کے لئے استعمال کریں۔ ان سرمایہ کاروں کو کارپوریٹ فارمنگ کے لئے حکومت سے پیشگی اجازت کی بھی ضرورت نہیں ہوگی، بلکہ محض بورڈ آف انوسٹمنٹ میں رجسٹریشن کرانا ہی کافی ہوگا۔

پاکستان کی زرعی زمینوں کو غیر ملکیوں کو دینے کا یہ منصوبہ انتہائی خوفناک اور نتائج کے اعتبار سے ملک کے لئے حد درجہ مہلک ثابت ہو سکتا ہے۔ ملک و ملت کا درد رکھنے والے اہل قلم کو اس منصوبہ کی سنگینی سے قوم کو آگاہ کرنا چاہیے۔ قوم کا بھی فرض ہے کہ وہ خواب غفلت سے بیدار ہو اور اس پر بھرپور صدائے احتجاج بلند کرے۔ یہ منصوبہ کئی پہلوؤں سے محل نظر اور قابلِ اعتراض ہے۔

پہلی بات یہ ہے کہ پاکستان ایک زرعی ملک ہے، مگر افسوسناک بات یہ ہے کہ زرعی ملک ہونے کے باوجود ظالمانہ جاگیرداری نظام اور حکمرانوں کی غیر دانشمندانہ اور نامعقول زرعی پالیسیوں کے باعث ہم اب تک خوراک میں خود کفالت حاصل نہ کر سکے۔ گندم جو ہر شخص کی خوراک کا لازمی اور بنیادی جزو ہے، گزشتہ سالوں میں عوام کو اس کی بھی شدید قلت کا سامنا کرنا پڑا اور وہ آٹا کے شدید بحران کا شکار ہوئے۔ ان حالات کا تقاضا ہے کہ زراعت کے حوالے سے بنیادی نوعیت کے انقلابی اقدامات کئے جائیں۔ حکمران جمہوریت کے دعویدار ہیں۔ عوامی حکومت ملک کی زرعی زمینوں کو بیرون ممالک کو فروخت کرنے کی حماقت نہ کرے بلکہ یہ زمینیں اپنے ہم وطن بے زمین کسانوں میں تقسیم کرے۔ اس سے نہ صرف کسانوں کی معاشی حالت بہتر ہوگی، جو زمین کا سینہ چیرتے ہیں اور قوم کو خوراک کی ضروریات مہیا کرتے ہیں، بلکہ ملک بھی زراعت و خوراک میں خود کفالت حاصل کر سکے گا۔ یہی نہیں، زرعی اجناس کی برآمدات میں اضافہ کر کے ہم کثیر زرمبادلہ بھی کما سکیں گے۔

پاکستان کو روزِ اول سے جن گھمبیر مسائل کا سامنا ہے، اُن میں سے ایک جاگیرداری نظام ہے۔ قیام پاکستان کے بعد ضرورت اس بات کی تھی کہ ہندوستان کی طرح یہاں سے بھی جاگیرداری نظام کا خاتمہ کر دیا جاتا، مگر یہاں پر چونکہ جاگیردار اور وڈیرے ہی ملک کی سیاسی بساط پر چھائے ہوئے تھے، لہٰذا وہ یہ کڑوا گھونٹ پینے پر کبھی بھی آمادہ نہ ہوئے۔ پیپلز پارٹی کی حکومت کے کرنے کا کام تو یہ تھا کہ وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس اجتہاد کے مطابق جاگیرداری کی لعنت کا خاتمہ کرتی کہ جو علاقے بزورِ شمشیر فتح ہوئے ہوں، اُن کی زمینیں خراجی ہیں، شخصی ملکیت نہیں، اُن پر جو لوگ بھی کام کریں گے وہ حکومت کو خراج ادا کریں گے۔ مگر اُس نے کارپوریٹ فارمنگ کے اس منصوبے سے جاگیرداری نظام کو اور بھی تقویت پہنچانے کا سامان کیا ہے۔ زراعت سے متعلقہ تنظیموں کا یہ کہنا بجا ہے کہ اس منصوبے سے کسانوں کا شدید استحصال ہوگا۔ وہ جاگیردارانہ نظام کے تحت پہلے ہی غلامی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ لیبر قوانین سے غیر ملکی سرمایہ کاروں کو استثناء حاصل ہونے کے بعد ہمارے کسان مقامی افراد کی بجائے ان غیر ملکی سرمایہ کاروں کے غلام بن جائیں گے۔ وہ جیسے چاہیں گے اُن کا استحصال کریں گے۔

مبصرین ایک اور پہلو سے بھی اس منصوبے کو ملک کے لئے تباہ کن قرار دے رہے ہیں۔ اُن کا خیال ہے کہ اگرچہ پہلے مرحلے پر زرعی زمینوں کی خریداری کی پیشکش چند مسلم ممالک کو کی گئی ہے، لیکن اس کے بعد بہت جلد مغربی ممالک کے سرمایہ کاروں کو یہ زمینیں فروخت کی جائیں گی۔ کیونکہ درحقیقت یہ منصوبہ مغربی ممالک کے اس ایجنڈے کا حصہ ہے، جس کے تحت وہ دنیا بھر کے ممالک کی زرعی زمینیں حاصل کرنا چاہتے ہیں، جن کو وہ اپنی خوراک کی ضروریات کے لئے استعمال کرنے کے علاوہ خوراک کی پیداوار اور رسد کو اپنے ہاتھوں میں لے کر اس کو بطور ہتھیار استعمال کر سکیں۔ زراعت کی نمائندہ تنظیموں کا کہنا ہے کہ اگر حکومت نے اس منصوبے پر نظرثانی نہ کی اور زرعی زمینوں کو مغربی ممالک کو فروخت کیا تو آنے والے چند ہی سالوں میں ہم زرعی اجناس مہنگے داموں ان ملکوں سے خریدنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ اس وقت بھی جبکہ یہ زمینیں ہمارے اپنے پاس ہیں، ہماری حالت ناگفتہ بہ ہے۔ ہم بیرونی دنیا کو من مانی قیمتیں ادا کر کے اُن سے خوراک کی چیزیں برآمد کرتے ہیں۔ اس کی نمایاں مثال گندم کی ہے۔ کچھ عرصہ پہلے جب آٹے کی سمگلنگ اور ذخیرہ اندوزی کی بنا پر آٹے کا بحران آیا تو حکومت کو 1350 روپے فی چالیس کلو کے حساب سے باہر سے گندم خریدنا پڑی، جب کہ اس سے بہتر کوالٹی کی گندم قبل ازیں اس نے اپنے کاشتکاروں سے 650 روپے فی چالیس کلو کے حساب سے خریدی تھی۔ ذرا سوچئے، جب ہماری زمینیں غیر ملکی سرمایہ کاروں (بلکہ اصل میں بیرونی جاگیرداروں) کے پاس چلی جائیں گی اور زرعی اجناس کی پیداوار اور رسد پر اُن کا ہولڈ ہو جائے گا تو کیا ہم اُن کے من مانے نرخوں پر اُن سے اجناس خریدنے پر مجبور نہیں ہو جائیں گے؟

پاکستان کے پالیسی سازوں کو یہ بھی سوچنا چاہئے کہ جب ہماری زرعی زمینیں مغربی سرمایہ کاروں کے نرغے میں چلی جائیں گی، تو اس بات کا قوی اندیشہ ہے کہ یہ لوگ ہماری جغرافیائی سرحدوں کے اندر جاسوسی کے نئے جال بچھانے کے لئے تمام ممکنہ اقدامات کریں گے اور یوں عالمی صیہونی ایجنڈے کے پھیلاؤ کے لئے وہ گھناؤنا کردار ادا کریں گے جو اب تک این جی اوز بھی ادا نہیں کر سکیں۔ اُن کے لئے فضا پہلے ہی سازگار ہے۔ ہم نے قبائلی اور شمالی علاقوں میں امریکی سی آئی اے کو اڈے فراہم کر کے عملاً ملک کو تباہی کی راہ پر ڈال دیا ہے۔

اب آیئے دوسرے خطرناک سودے پر نگاہ ڈالیں!

روزنامہ جنگ 25 مئی کی ایک رپورٹ کے مطابق وزیراعظم سید یوسف رضا گیلانی نے سابق وزیراعظم شوکت عزیز کی جانب سے کراچی پورٹ ٹرسٹ (کے پی ٹی) کی 121 ایکڑ اراضی امریکی سفارت خانے کو مارکیٹ سے کم نرخوں پر دینے کے فیصلے کی توثیق کرتے ہوئے شوکت عزیز کے 19 مئی 2005ء کے فیصلے پر عملدرآمد کے احکامات جاری کئے ہیں۔ قومی اسمبلی کی پبلک اکاؤنٹس کمیٹی کے 22 مئی کے اجلاس میں اس معاملے پر کافی گرماگرمی ہوئی تھی اور الزام عائد کیا گیا تھا کہ 2005ء میں شوکت عزیز نے کراچی میریٹ ہوٹل سے ملحقہ ڈیڑھ کھرب روپے سے زائد مالیت کی 121 ایکڑ اراضی امریکہ قونصل خانے کی تعمیر کے لئے مبینہ طور پر ڈیڑھ ارب روپے میں 99 سال کی لیز پر دینے کے احکامات جاری کیے تھے۔ اس اراضی کے 15 ایکڑ رقبے پر وزارت خوراک و زراعت کے زیرانتظام پاکستان سنٹرل کاٹن کمیٹی کی لیبارٹریز اور دفاتر قائم تھے۔ یہ زمین 1950ء سے 2000ء تک وزارت خوراک و زراعت کے پاس لیز پر تھی، جسے وزیراعظم کے حکم پر 2005ء میں 99 سال کی لیز پر امریکہ سفارت خانے کو دے دیا گیا تھا۔ اس زمین کی مارکیٹ قیمت 2 لاکھ 20 ہزار روپے فی مربع گز تھی، مگر امریکہ کی حکومت نے اس قیمتی زمین کی قیمت 9 ہزار روپے فی مربع گز ادا کرنے کی پیش کش کی تھی۔ وزیراعظم نے اس پیش کش کو مسترد کرتے ہوئے 15 ہزار روپے فی مربع گز کے حساب سے امریکیوں کے حوالے کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ قومی اسمبلی کی پبلک اکاؤنٹس کمیٹی کو حکومت نے اس اراضی کی فروخت اور ڈیل سے متعلق تمام دستاویزات اور ریکارڈ پیش کر دیا ہے۔ اس ریکارڈ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مئی 2008ء میں ایک بار پھر یہ معاملہ سامنے آیا اور وزیراعظم سید یوسف رضا گیلانی کو فیصلے کے لئے بھجوایا گیا۔ یوسف رضا گیلانی نے شوکت عزیز کے طے کردہ نرخوں پر یہ اراضی امریکی سفارت خانے کو دینے کی منظوری دی۔

پاکستان کی زمینیں اور اثاثے قومی امانت ہیں۔ یہ صدر یا وزیراعظم کی جاگیر نہیں کہ وہ جیسے چاہیں اس کا سودا طے کریں اور اپنے اقتدار کے تحفظ کے لئے اور کمیشن کی خاطر اُسے ملک دشمنوں کے حوالے کریں۔ ہمارے حکمران امریکہ کو دوست کہتے ہیں۔ اس میں کیا شک ہے کہ امریکہ ہمارا دوست ہے۔ دوست ہی نہیں، ہم نے اُس کے نان نیٹو اتحادی کا تاج بھی اپنے سر پر سجا رکھا ہے۔ تاہم اس بات میں شاید ہی کسی محب وطن پاکستان کو کوئی شبہ ہو کہ امریکہ کی دوستی ہمارے لئے کٹر اور سفاک دشمن کی دشمنی سے بھی زیادہ خطرناک ثابت ہوئی ہے۔ ہم قیام پاکستان کے بعد سے امریکہ کے گھڑے کی مچھلی بنے ہوئے ہیں، لیکن اس نے ہمارے ساتھ کب وفا کی ہے؟ 1971ء میں مشرقی پاکستان کا سانحہ پیش آیا۔ اُس وقت انڈیا کے مقابلے میں ہمیں امریکہ کی مدد کی ضرورت تھی۔ اُس نے ہمیں ہر ممکن مدد کا جھانسا بھی دیا، لیکن اُس کا بحری بیڑہ مشرقی پاکستان کو ہم سے الگ کر دینے کے بعد بھی ہماری مدد کو نہ پہنچ سکا۔ امریکہ کی دوستی پر غالب کا یہ شعر پوری طرح صادق آتا ہے۔

یہ فتنہ آدمی کی خانہ ویرانی کو کیا کم ہے
ہوئے تم دوست جس کے دشمن اُس کا آسماں کیوں ہو

یہ ہمارا دوست ہی تھا جس نے نائن الیون کا خونیں ڈرامہ رچا کر نام نہاد دہشت گردی کے خلاف صلیبی و صیہونی جنگ میں ہمیں افغانستان کے خلاف ہر قسم کی سپورٹ فراہم کرنے کا ”حکم“ دیا اور عدم تعمیل پر پتھر کے زمانے میں دھکیل دینے کی دھمکی دی۔ اسی دوست کی ”مہربانیوں“ سے آج یہ جنگ ہماری سرحدوں پر شعلہ فشاں ہے۔ اسی دوست کی دھمکیوں سے گھبرا کر ہم اصل غیر ملکی ایجنٹوں کو گرفتار کر کے قرار واقعی سزا دینے کی بجائے اپنے عوام کے خلاف فوجی آپریشن پر مجبور ہوئے ہیں۔ کمال حیرت کی بات یہ ہے کہ اپنے اس جگری دوست کی رضا جوئی اور خوشنودی کی خاطر ہم نے اپنا دین، ایمان، ضمیر، نظریہ، قومی خودمختاری، الغرض ہر چیز قربان کر دی، مگر پھر بھی اُس کی نگاہ ناز میں معتبر نہ قرار پا سکے۔ سوات کو کھنڈر اور 35 لاکھ اہالیان سوات، دیر اور بونیر کو دربدر کر دینے کے باوجود ہمارے دوست کا نمائندہ ہالبروک یہ کہہ رہا ہے کہ سوات میں طالبان کے خلاف آپریشن میں کامیابی کے دعوے ابھی قبل از وقت ہیں۔ گویا بین السطور وہ ہمیں یہ پیغام دے رہا ہے کہ
ع وقت فرصت ہے کہاں ”قتلِ عام“ ابھی باقی ہے۔

ایسے دوست کے ہاتھ اپنی قیمتی زمین کوڑیوں کے بھاؤ فروخت کرنا اگر غداری نہیں، تو بہر صورت حب الوطنی بھی نہیں ہے۔ یہ ملک و قوم کے ساتھ بہت بڑی واردات ہے، جو گیلانی، زرداری سرکار کی طرف سے ہو رہی ہے۔ یہ اُس خوفناک انجام کی طرف پیش قدمی ہے جس کی طرف کئی سال ہوئے ہم نے بگٹٹ بھاگنا شروع کیا ہے۔ یہ قومی خزانے پر ڈاکہ ہی نہیں، ملکی سلامتی کو بھی داؤ پر لگا دینے کے مترادف جسارت ہے۔ کوڑیوں کے بھاؤ خریدی گئی اس زمین پر امریکہ کیا بنائے گا؟ قونصل خانہ کی توسیع کرے گا، جی ہاں۔ لیکن اس کا استعمال شاید وہ نہیں ہوگا جو ہونا چاہئے، بلکہ وہ ہوگا جو دیکھنے والوں کو نظر آ رہا ہے۔ واقفان حال کہتے ہیں کہ یہ جاسوسی مرکز ہوگا، جو ملک میں تخریبی

کارروائیاں کرنے اور ملک توڑنے والوں کی ذہن سازی اور نشوونما کے لئے نرسری کا کام دے گا۔ کراچی کو ملک سے الگ کر دینے کی سازش تو ایک عرصے سے ہے۔ شاید مستقبل میں یہیں پر وطن عزیز کو توڑنے کے منصوبے پر عمل درآمد کی حکمت عملی طے ہو۔ اللہ کرے یہ خدشات غلط ثابت ہوں، لیکن حالات و واقعات کا منظر بہت کریہہ ہے۔ سابق آرمی چیف جنرل (ر) مرزا اسلم بیگ نے حال ہی میں اپنے ایک خصوصی انٹرویو میں یہ انکشاف کیا ہے کہ امریکہ نے اسلام آباد میریٹ اور پشاور پی سی میں اپنا جاسوسی مرکز قائم کرنے کی کوشش کی، مگر وہ ناکام رہا۔ اب (کراچی کی طرح) اسلام آباد میں اپنے سفارت خانے کے ساتھ 25 ایکڑ مزید زمین اسی کے لئے خرید کی گئی ہے اور وہاں 200 سے زیادہ رہائشی عمارتیں بھی تعمیر ہو چکی ہیں اور 100 کی تعمیر جاری ہے۔ انہوں نے یہ بھی بتایا ہے کہ امریکہ نے اپنے مقاصد پورے کرنے کے لئے پاکستان کو 1.9 ارب ڈالر بھی دے دیئے ہیں۔ سابق آرمی چیف نے اس خدشے کا اظہار کیا ہے کہ اس مرکز کے قیام سے اسلام آباد میں تخریبی کارروائیوں کا سب سے بڑا مرکز وجود میں آجائے گا، جس سے وزیر اعظم ہاؤس دیگر عمارتیں، یہاں تک کہ دوسرے ممالک کے سفارتخانے بھی اس کی زد میں آجائیں گے۔

ڈرون حملوں پر رسمی احتجاج کا تکلف بھی گوارا نہ کرنے، بلکہ انہیں مثبت نتائج کے حامل قرار دینے والے حکمران اگر اس طرح کی غلط بخشیاں کریں گے تو اُن کے بارے میں سوائے اس کے کیا کہا جاسکتا ہے کہ ؎

بے وجہ تو نہیں ہیں تباہیاں چمن کی
کچھ باغباں ہیں برق و شرر سے ملے ہوئے

اگر تو فی الواقع باغباں برق و شرر سے ملے ہوئے ہیں اور انہوں نے ”پاکستان برائے فروخت“ کی دوکان سجا رکھی ہے تو پھر تو یہ قوم کا فرض ہے کہ اُن کا محاسبہ کرے۔ لیکن اگر حکمرانوں کا دعویٰ ہے کہ وہ ملک و ملت سے مخلص ہیں، انہیں ہر چیز سے زیادہ ملک کا مفاد عزیز ہے، تو پھر اہل وطن اُن سے یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ انہوں نے امریکی مہرے شوکت عزیز کے دور کے ناروا اور ناجائز فیصلے کی توثیق کیوں کی۔ انہوں نے امریکی قونصل خانے کی تعمیر کے لئے کراچی پورٹ ٹرسٹ کی 21 ایکڑ اراضی جس کی مارکیٹ قیمت 2 لاکھ 20 ہزار روپے فی مربع گز کے حساب سے ڈیڑھ کھرب روپے بنتی ہے، ڈیڑھ ارب روپے میں دینے کی منظوری کیوں دی؟ انہیں اس غلط بخشی کا حق کس قاعدے قانون نے دیا تھا؟ کہ وہ قیمتی اراضی کو کوڑیوں کے مول دینے پر آمادہ ہو گئے اور وہ بھی امریکہ کو۔ پاک دھرتی کے اس سودے میں کس کو کتنا کمیشن کھانا ہے، کس کو کتنا معاوضہ ملنا ہے، کس کو وزارت اور کس کو صدارت اور حکومت کی بقا کی ضمانت دی گئی ہے، قوم یہ سب کچھ جاننا چاہتی ہے۔

سیاسی جماعتوں سے تو ہمیں اس کی توقع نہیں کہ اس کے خلاف مؤثر صدائے احتجاج بلند کریں گی کہ سبھی ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔ البتہ ہم ”افتخار پاکستان“ چیف جسٹس افتخار محمد چودھری سے استدعا کرتے ہیں کہ وہ کارپوریٹ فارمنگ اور امریکہ قونصل خانے کے لئے کوڑیوں کے بھاؤ دی گئی زمین کے سودے کا از خود نوٹس لیں۔ انہوں نے قبل ازیں ملک کے وسیع تر مفاد میں سٹیل ملز کے نجکاری کے معاملے کا نوٹس لیا تھا اور اس طرح سٹیل مل شوکت عزیز کے ایک ہندوستانی دوست کے ہاتھوں اُس قیمت میں فروخت ہو جانے سے محفوظ رہ گئی جو قیمت صرف سٹیل ملز کی اراضی کی تھی۔ دھرتی ایک دفعہ پھر انہیں پکار رہی ہے۔ ہمیں امید ہے کہ وہ اس پکار پر ضرور لبیک کہیں گے۔

☆☆☆

اظہار خیال

طالبان کون ہیں؟

سید محمد افتخار احمد

قارئین! چند بیانات ملاحظہ کریں!

"Crush Taliban" شیطان بزرگ امریکہ بہادر

”طالبان کو ختم کرو“ بھارت کا مطالبہ

”طالبان کو ختم کرنا امریکی نہیں، پاکستانی جنگ ہے۔“
صدر پاکستان

”طالبان نے حکومتی رٹ کو چیلنج کیا ہے۔“ وزیر اعظم پاکستان

”طالبان کو ختم کرنے سے ہی ملک میں امن قائم ہو سکتا ہے۔“ پاکستان کا سیکولر طبقہ

”حکومت کو طالبان کے ختم ہونے تک فوجی ایکشن بند نہیں کرنا چاہئے۔ ہم حکومت کے ساتھ ہیں۔“ چند مذہبی علماء

”اگر فوج نے طالبان کے خلاف آپریشن بند کر دیا تو ہم خود یہ آپریشن سرانجام دیں گے۔“
ثروت اعجاز قادری، سربراہ سنی تحریک

مندرجہ بالا بیانات پر کچھ کہنے سے پیشتر مناسب ہے کہ پہلے ہم یہ معلوم کریں کہ جن کے بارے میں ہم کچھ کہنا چاہتے ہیں وہ کون ہیں؟ اور کیا کر رہے ہیں؟

ببرک کارمل کی دعوت پر روس نے 27 دسمبر 1979ء کو افغانستان پر حملہ کر دیا، جس کا مقابلہ وہاں موجود اسلامی ملیشیا نے کیا۔ امریکہ نے جو روس سے کیوبا اور ویت نام میں مار کھا چکا تھا، یہ موقع غنیمت جانا اور اسلامی ملیشیا کی جدوجہد کو ”جہاد افغانستان“ کا نام دے کر بھرپور سپورٹ کیا۔ تمام دنیا کے اسلامی ممالک سے مجاہدین افغانستان لائے گئے اور ان کو پاکستان کے ذریعے اسلحہ اور مالی امداد دی گئی۔ بالآخر روس کو شکست ہوئی اور 15 فروری 1989 کو روس کا آخری سپاہی افغانستان سے نکل گیا۔

روسی ریچھ کے چلے جانے کے بعد مجاہدین یہ چاہتے تھے کہ افغانستان میں اسلامی حکومت قائم ہو جائے جبکہ امریکہ کی کوشش تھی کہ یہاں سیکولر حکومت بنے۔ اس نظریاتی کشمکش کا نتیجہ یہ ہوا کہ حکومتیں بنتی اور ٹوٹتی گئیں اور مستحکم ریاستی نظام وجود میں نہ آسکا۔ ملک جرائم کی آماجگاہ بن گیا۔ وار لارڈز نے اپنے اپنے علاقوں میں بھتہ لینا شروع کر دیا۔ جب عوام انتشار اور انارکی سے تنگ آگئے تو ایک گاؤں کی مسجد و مدرسہ کے امام مُلا محمد عمر مجاہد نے اپنے مدرسہ کے طلبہ اور غیر ملکی مجاہدین کو شامل کر کے طالبان کے نام سے ایک گروپ بنا لیا اور ملک میں نفاذ شریعت اور قیام امن کے لئے جدوجہد شروع کر دی۔ شمالی اتحاد کے نام سے سیکولر طبقہ نے، جسے امریکہ کی پشت پناہی حاصل تھی، طالبان کی سخت مزاحمت کی، لیکن اُسے منہ کی کھانی پڑی اور جلد ہی طالبان نے ملک کے وسیع رقبہ پر قبضہ کر لیا اور مُلا محمد عمر مجاہد کی سربراہی میں افغانستان میں ”امارت اسلامی“ کے نام سے حکومت بن گئی۔

شریعت کا نفاذ امریکہ کیسے گوارا کر سکتا تھا۔ اُس نے 2001ء میں 9/11 کا ڈرامہ رچا کر افغانستان کی اسلامی حکومت کے خاتمہ کے لئے براہ راست افغانستان پر حملہ کر دیا۔ اس کی مدد کے لئے پاکستان میں ”میر صادق“ موجود تھے۔ چنانچہ طالبان کی حکومت ختم ہو گئی۔ غیر ملکی مجاہدین یہاں تک کہ پاکستانی مجاہدین بھی جب اپنے ملکوں کو واپس جانے لگے تو ان نام نہاد اسلامی حکومتوں نے امریکہ کے حکم پر ان کو گرفتار کر کے جیلوں میں ڈال دیا۔ صوفی محمد افغانستان سے واپسی پر جیل میں بند کر دیے گئے، جو 8 سال قید رہے۔ چنانچہ ان مجاہدین نے افغانستان اور پاکستان کے ملحقہ پہاڑوں میں پناہ لینی شروع کر دی۔

وہاں کے مقامی لوگوں میں شادیاں کیں اور نارمل زندگی گزارنے لگے۔ ان مجاہدین نے امریکہ اور نیٹو کی افواج پر شبخون مارنے شروع کر دیئے، تاکہ ان کو افغانستان پر آرام سے قبضہ رکھنا نصیب نہ ہو اور وہ یہاں سے رسوا ہو کر نکل جائیں۔ چونکہ پاکستانی مجاہدین اور مقامی آبادی ان کی پشت پر تھی تو امریکہ نے پاکستان کو کمزور کرنے کے لئے ان علاقوں پر بھی حملے شروع کر دیئے۔ پاکستان کے میر صادقوں نے بظاہر ان حملوں کی مخالفت کی، لیکن در پردہ یہ دشمن سے ملے ہوئے تھے اور ہیں، جس کا نتیجہ آج پورا پاکستان بھگت رہا ہے۔

یہ دیکھنے کے لئے کہ طالبان کیا کر رہے ہیں؟ ہمیں ان کو چار مختلف النوع عناصر میں تقسیم کرنا پڑے گا۔

1 غیر ملکی مجاہدین جو زیادہ تر عرب ممالک، روس سے آزاد شدہ ریاستوں کے مجاہدین اور چند افریقی مجاہدین پر مشتمل ہیں۔ یہ نیک، خدا ترس اور اپنی عاقبت بہتر بنانے کے لئے جہاد کر رہے ہیں۔

2 پاکستانی مجاہدین جنہوں نے افغان جہاد میں حصہ لیا تھا، بشمول ان مجاہدین کے جن پر اب امریکہ اور پاکستانی افواج بمباری کر رہی ہیں۔ یہ بھی مذہبی اور دینی مزاج کے نیک لوگ ہیں۔

3 جرائم پیشہ لوگ جو امریکی پشت پناہی میں طالبان کے لیبل تلے لوٹ مار اور گھیراؤ جلاؤ کا دھندا کر کے دولت کما رہے ہیں۔

4 پاکستان کو غیر مستحکم (De-stabilize) کرنے کے لئے بھارت، افغانستان، امریکہ اور اسرائیل کی خفیہ ایجنسیوں کے کارندے طالبان کے لیبل تلے سرگرم عمل ہیں۔ یہاں تک کہ بہت سے غیر مختون لوگوں کی لاشیں بھی ملی ہیں جو اس بات کا ثبوت ہے کہ بھارتی فوجی یا جاسوس براہ راست بھی ہمارے ملک میں گھسے ہوئے ہیں۔

پہلا اور دوسرا گروہ صحیح اور حقیقی طالبان ہیں جو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے جہاد کر رہے ہیں، اور ان کا اصل ہدف امریکہ ہے، پاکستان نہیں۔ ان کو برا بھلا کہنا اپنے ایمان کو خطرہ میں ڈالنا ہے۔ تیسرا گروہ غلط اقدام کے ذریعے موقع سے فائدہ اٹھانے والوں کا ہے۔ چوتھا گروہ جو امریکہ نواز جعلی طالبان کا ہے، بہت خطرناک ہے۔ تمام گھناؤنے اور وحشیانہ کام مثلاً اسکول، مدرسے، دینی مراکز اور مساجد کو تباہ کرنا وغیرہ یہی گروہ کر رہا ہے۔ چونکہ امریکہ اور اس کے پاکستانی مصاحب میر صادق و میر جعفر اس گروہ کی پشت پر ہیں، اس لئے میڈیا بھی ان کے الفاظ ہی دہراتا ہے۔ خودکش حملے بھی یہی گروہ کر رہا ہے، تاکہ اسلام اور شریعت کو زیادہ سے زیادہ بدنام کیا جاسکے۔

چند سال قبل ایک امریکی مشیر ہنٹنگٹن (Samuel Huntington) نے امریکی حکام کو مشورہ دیا تھا کہ مسلمانوں کے فرقوں کو آپس میں لڑاؤ۔ چنانچہ امریکہ اس مشورہ پر پوری شدت سے عمل پیرا ہے۔ پہلے شیعہ سنی فساد برپا کیا۔ اب بریلوی، دیوبندی حلقوں کو لڑانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ کبھی مسجدوں پر حملے، کبھی مدرسوں اور علماء پر حملے، کبھی پولیس اور کبھی فوج (انتقامی کاروائی ظاہر کرنے کے لئے) پر حملے ہو رہے ہیں، اور یہ سب کچھ طالبان کے کھاتے میں ڈالا جارہا ہے، تاکہ پوری قوم طالبان کی اور ایک دوسرے کی دشمن بن جائے۔ چونکہ میڈیا (امریکی ہو یا پاکستانی) کی بات ہی یک طرفہ طور پر سنی جارہی ہے اس لئے وہ بھی ڈالروں کی بارش میں بھیگتے ہوئے گلا پھاڑ پھاڑ کر چلا رہا ہے کہ جو بھی برا کام ہو رہا ہے اس میں ”طالبان“ ہی ملوث ہیں۔ حالانکہ امارت اسلامیہ کے ایک اہم رکن ملا آغا خاں متقسم کا بیان ہے کہ ہم نے بہت سے تخریب کار گرفتار کئے ہیں، جن کا بیان ہے کہ امریکہ ان کو پیسے دے رہا ہے اور ان سے ہر قسم کی تخریب کاری کے کام لے رہا ہے۔

طالبان کا تجزیہ کرنے کے لئے غریب عوام کے پاس تو وسائل ہی نہیں۔ وہ تو اپنی روٹی پوری کرنے کے لئے پریشان رہتے ہیں۔ تھوڑا بہتر طبقے کے پاس وقت ہی نہیں۔ وہ بیچارے دن رات ملازمت یا کاروبار کے چکر میں رہتے ہیں۔ رہے آسودہ حال تو وہ زیادہ تر سیکولر ذہن کے لوگ ہیں۔ ان کا میڈیا ہی ان کے لئے کافی ہے۔ علماء اور مشائخ کا حال یہ ہے کہ عموماً اپنے مسلکی دائرہ سے باہر نکلنا نہیں چاہتے۔ صرف ملکی، قومی، دینی اور اپنی آخرت کا درد رکھنے والے پریشان ہیں کہ یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے؟ کیوں ہو رہا ہے؟ حقیقت کیا ہے؟

"Crush Taliban" اور ”طالبان کو ختم کردو“ کہنے والوں کا تو مقصد ہی اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کر کے ختم کرنا ہے۔ ”یہ امریکہ نہیں پاکستانی جنگ ہے“ اور ”یہ حکومتی رٹ کو چیلنج کیا گیا ہے“ کہنے والوں کا مقصد ”آقائے محترم“ کی عنایات کا زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانا ہے، ورنہ کیا ڈرون حملے حکومتی رٹ کو چیلنج نہیں کر رہے؟ اب آقا سے کون کہے؟ ”رانی اگا ڈھک“ (O Queen! Cover your front) پاکستان کا سیکولر طبقہ چونکہ دین سے دور ہے، اس لئے جو بھی دین کی بات کرتا ہے یہ طبقہ اس سے بیزاری کا اظہار کرتا ہے۔ حکومت کا ساتھ دینے والے علماء تو خاندانی خلافت شروع ہونے پر ہی پیدا ہو گئے تھے، اس لئے ان کی بات کیا کریں؟ لیکن محترم ثروت اعجاز قادری صاحب کا بیان پڑھ کر اس بات کی تصدیق ہو گئی کہ ملک میں بریلوی اور دیوبندی فساد شروع ہو چکا ہے۔ حقیقی طالبان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ دیوبندی ہیں۔ محترم ڈاکٹر سرفراز نعیمی صاحب کا تعلق اگرچہ بریلوی مکتبہ فکر سے تھا لیکن ان کی شہرت ایک معتدل مزاج عالم کی تھی۔ وہ حقیقی اور جعلی طالبان کے فرق کو خوب سمجھتے تھے۔ انہوں نے ہمیشہ اتحاد امت کے لئے جدو جہد کی۔ جونہی دشمن نے دیوبندی بریلوی فسادات کی سکیم بنائی محترم ڈاکٹر سرفراز نعیمی صاحب اور دوسرے مسالک کے اکابرین نے اس سازش کی بو کو سونگھ لیا۔ لہٰذا ڈاکٹر سرفراز نعیمی کی سربراہی میں جو ملی مجلس شرعی کا ایک پلیٹ فارم پہلے سے ہی موجود تھا جس میں تمام مسالک کی نمائندگی موجود تھی، کے دائرہ کار کو وسیع کیا گیا۔ ملک بھر میں ایسی کانفرنسیں منعقد کی گئیں جن میں اہل حدیث، دیوبندی، بریلوی اور اہل تشیع علماء نے مشترکہ طور پر شرکت کی۔ اس مجلس شرعی کو ناکام بنانے کے لئے ڈاکٹر صاحب کا خون ناحق کیا گیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ڈاکٹر سرفراز نعیمی کے صاحبزادے راغب نعیمی کو بھی اللہ تعالیٰ نے والد کی طرح فہم و فراست سے نوازا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے والد کی شہادت پر اپنے کارکنوں کو کسی بھی قسم کے منفی ردعمل کے اظہار سے سختی سے منع کیا۔ اس طرح ایک بار پھر دشمن کی سازش ناکام ہو گئی۔ لیکن عیار دشمن پھر بھی خاموش بیٹھنے والا نہیں۔ ڈر ہے کہ مستقبل قریب میں کسی دیوبندی یا اہل حدیث عالم پر حملہ ہو سکتا ہے۔

آخر میں میں چند درد مندوں کی آواز سنانا چاہتا ہوں۔ جنرل (ر) حمید گل صاحب کا بیان معنی خیز ہے کہ یہ ایک بڑے امریکہ مخالف شخص کا قتل ہے۔ روزنامہ جنگ کے کالم نویس انصار عباسی صاحب کا بیان ہے کہ یہ المناک شہادت ایک جید عالم دین کا قتل نہیں، بلکہ ایک سازش ہے جس کے تحت دیوبندی اور بریلوی مسلکی اختلافات کو دشمنی میں تبدیل کیا جارہا ہے۔ مولانا خلیل الرحمٰن شاہ جو بریلوی مکتبہ فکر سے تعلق رکھتے ہیں، کا کہنا ہے کہ ہمارے بعض مشائخ اور اعلیٰ قیادت جو سوات آپریشن (بقیہ: صفحہ 17 پر)

مسلمان اور پاکستان

عتیق الرحمٰن صدیقی

اللہ تعالیٰ نے جنہیں فکر و فہم اور ذہانت و فطانت کی نعمت عطا کی ہو، ان پر لازم ہے کہ وہ تشکر و امتنان کے طور پر اس کا اظہار کریں اور اپنی صلابت فکر کو ایسے بانٹیں کہ ان سے استفادہ کرنے والوں کو تسکین و طمانیت اور یکسوئی کی دولت میسر آئے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ژولیدہ فکر دانشور خود بھی الجھاؤ کا شکار ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی فکری انتشار سے ہم کنار کرتے ہیں۔ قیام پاکستان کے بعد باسٹھ سال بیت گئے مگر ابھی تک ہم اس کی نظریاتی جہت کا فیصلہ بھی نہیں کر سکے کہ پاکستان کیوں بنا! کیا اس کی تشکیل میں صرف معاشی عوامل کارفرما تھے اور کوئی نظریاتی عنصر ہرگز نہ تھا یا یہ نیا جغرافیائی وجود پاکستانیت کی شکل میں واضح اہداف کا رہین منت تھا، جنہیں حاصل کرنے میں ہم اب تک ناکام رہے ہیں۔ پہلے تو ہم نے اپنے ملک کو دولخت کیا، پھر لسانی فسادات کی بھینٹ چڑھایا۔ بلوچستان میں آرمی ایکشن کر کے علیحدگی پسندی کی تحریک کو جنم دیا۔ قوم پرستی کے پودے کو سینچ کر پروان چڑھایا۔ کراچی کو تکدر و منافرت کی نذر کر کے اسے ایسی آگ میں جھونکا جس کے شعلے مزید بھڑکتے چلے جا رہے ہیں۔ مالاکنڈ کا بحران سمٹنے میں نہیں آ رہا کہ اب نئے محاذ کھول کر بگاڑ اور فساد کو مزید وسعت دی جا رہی ہے، تشتت اور انتشار پہلے ہی کیا کم تھا کہ اب فرقہ واریت کا زہر گھولا جا رہا ہے۔

ذرا سوچئے تو سہی کہ کیا یہ موضوع بھی بحث طلب ہے کہ ہم پہلے پاکستانی ہیں یا مسلمان! برصغیر کی تقسیم سے پہلے ہم مسلمان تھے یا پاکستانی؟ مسلمان تھے تو الگ خطہ زمین حاصل کرنے کی کوشش کی۔ قائداعظم کی ولولہ انگیز قیادت میں ہم کس لئے یکجا ہوئے؟ 23 مارچ 1940ء کو ہم نے کون سی سمت کا تعین کیا؟ تمام تر سعی و جدوجہد اور قربانیوں کا ہمارے پیش نظر کیا مقصود تھا؟ حضرت قائداعظم نے تو فرمایا تھا کہ "اگر ہم خود کو بنگالی، پنجابی، بلوچی اور سندھی وغیرہ پہلے اور مسلمان اور پاکستانی بعد میں سمجھنے لگیں گے تو پھر پاکستان لازماً پارہ پارہ ہو کر رہ جائے گا"۔ (ڈھاکہ 31 مارچ 1948ء) ہم حکیم الامت علامہ اقبالؒ سے اپنی عقیدتوں اور محبتوں کا اظہار کرتے ہیں۔ کاش کہ ہم ان کی حکیمانہ فکر سے بھی اپنے آپ کو منور کرنے کی سعی کرتے۔

نگاہ الجھی ہوئی ہے رنگ و بو میں
خرد کھوئی گئی ہے چار سو میں
نہ چھوڑ اے دل فغان صبحگاہی
اماں شاید ملے اللہ ہو میں!

حضور نبی کریم ﷺ کی زبان سے کہلوایا گیا "کہہ دیجئے کہ میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت سب اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ مجھے اس کا حکم ملا ہے اور میں سب سے پہلے فرماں بردار (مسلم) ہوں۔" (الانعام) سورۃ الحج میں فرمایا گیا: "پیروی کرو اپنے باپ ابراہیمؑ کے دین کی، اسی نے تمہارا نام مسلم (سر اطاعت خم کرنے والا) رکھا ہے، اس سے پہلے اور اس قرآن میں بھی تمہارا یہی نام ہے تاکہ ہو جائے رسول (کریم) گواہ تم پر اور تم گواہ ہو جاؤ لوگوں پر۔"

کیا ان آیات کریمہ کے بعد بھی یہ امر وضاحت کا متقاضی ہے کہ ہم پہلے پاکستانی ہیں یا مسلمان!

قرارداد مقاصد دستور پاکستان کا نقش اولین ہے، جس کی رو سے ریاست کا مذہب اسلام ہے اور ملک کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے۔ پاکستان کے ساتھ اسلامیہ جمہوریہ کا سابقہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ہم مسلمان پہلے ہیں اور پاکستانی بعد میں۔ پاکستان بننے سے پہلے بھی ہم مسلمان تھے اور پھر اپنے اسلامی تشخص کے تحفظ اور بقا کی جنگ لڑ کر ہم نے الگ ملک حاصل کیا۔ مسلمانیت اور پاکستانیت باہم لازم و ملزوم ہیں، لفظی اعتبار سے بھی اور معنوی اعتبار سے بھی ان دونوں میں کوئی تضاد نہیں۔ اسلام امن و سلامتی کا پیامبر ہے۔ اقلیتوں کو بھی یہ امن و شانتی فراہم کرتا ہے۔ غیر ضروری مباحث میں یہاں کے رہنے والوں کو الجھانا بعض سیکولر فکر لوگوں کی کج فکری اور کج روی کا غماز ہے جس سے اجتناب ضروری ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ تیرہ سال تک مکہ میں مشرکین مکہ سے رزم آرا رہے اور ہر طرح کی تخویف استہزا اور تضحیک کا نشانہ بنتے رہے، جور و جبر اور ظلم و ستم کا شکار ہوتے رہے۔ آپؐ کی بعثت کا مقصد دین کی اقامت تھا، آپؐ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو اسی مناسبت سے تلقین فرمائی:

"اور دعا کرو کہ پروردگار مجھ کو جہاں بھی تو لے جا سچائی کے ساتھ لے جا اور جہاں سے بھی نکال سچائی کے ساتھ نکال اور اپنی طرف سے ایک اقتدار کو میرا مددگار بنادے" (بنی اسرائیل:80)

سید مودودیؒ اس آیت کریمہ کی وضاحت ذیل کے الفاظ میں کرتے ہیں: "یعنی یا تو مجھے خود اقتدار عطا کر یا کسی حکومت کو میرا مددگار بنادے، تاکہ اس کی طاقت سے میں دنیا کے اس بگاڑ کو درست کر سکوں، فحاشی اور معاصی کے اس سیلاب کو روک سکوں اور تیرے قانون کو جاری کر سکوں۔ رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں "اللہ تعالیٰ حکومت کی طاقت سے ان چیزوں کا سدباب کر دیتا ہے جن کا سدباب قرآن سے نہیں کرتا۔" اس سے معلوم ہوا کہ اسلام دنیا میں جو اصلاح چاہتا ہے وہ وعظ و تذکیر سے نہیں ہو سکتی بلکہ اس کو عمل میں لانے کے لئے سیاسی طاقت بھی درکار ہے" (تفہیم القرآن جلد دوم) یہ دعا حضور ﷺ کو اللہ نے خود سکھائی ہے۔ چنانچہ آپؐ نے جو اسلامی حکومت قائم کی، اس کا رقبہ تاریخی شواہد کی رو سے تین ملین یعنی تیس لاکھ مربع کلومیٹر پر مشتمل تھا۔ خلفائے راشدین کے دور میں اس کی وسعت میں معتد بہ اضافہ ہوا۔

وطن کی محبت فطری ہے۔ اس کی مصلحتیں، اس کا ارتقاء و استحکام یقیناً عزیز ہوتا ہے مگر اعلیٰ و ارفع نظریے کی خاطر وطن کی محبت کو بھی قربان کرنا پڑتا ہے۔ مکہ اللہ کا حرمت والا شہر ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اسے روئے زمین کے تمام شہروں سے بہتر اور اللہ کی نظر میں تمام بستیوں سے زیادہ محبوب بتایا ہے۔ آپؐ نے اس کو نہایت پاکیزہ، دل پسند اور محبوب شہر قرار دیا اور یہاں تک فرمایا کہ اے سرزمین مکہ اگر میری قوم کے لوگ مجھے یہاں سے نکلنے پر مجبور نہ کرتے تو میں تجھے چھوڑ کر کہیں سکونت اختیار نہ کرتا (جامع ترمذی)۔ چنانچہ حضورؐ وطن سے بے وطن ہوئے اور اقامت دین کی خاطر اپنا پیارا وطن چھوڑ دیا۔ معلوم ہوا کہ اہل ایمان کے لئے عزیز تر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ذات ہے۔

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کے جانشین

میاں طفیل محمد رحلت فرما گئے

ابو اکرام

25 جون 2009ء جمعرات کی شب سید ابوالاعلیٰ مودودی کے جانشین میاں طفیل محمد شیخ زید ہسپتال لاہور میں دماغ کی شریان پھٹ جانے کی وجہ سے انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ انہیں پندرہ روز پہلے اس ہسپتال میں لایا گیا تھا۔ 26 جون کو منصورہ میں اُن کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ جس میں جماعت اسلامی کے رہنماؤں، اراکین، دینی و سیاسی شخصیات اور مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔

میاں طفیل محمد نومبر 1913ء میں مشرقی پنجاب کی ریاست کپورتھلہ کے گاؤں صفدر پور ارائیاں میں پیدا ہوئے۔ اُن کا گھرانہ ایک دینی گھرانہ تھا۔ اس لئے بالکل ابتدائی بچپن ہی سے دینی ماحول میسر آیا۔ والدہ صوم وصلوٰۃ کی پابند ایک نیک دل خاتون تھیں۔ احکام شریعت کی پابندی کا پورا اہتمام کرتی تھیں۔ والد صاحب سکول کے ہیڈ ماسٹر تھے۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم گاؤں کے سکول ہی سے حاصل کی۔ میٹرک کا امتحان کپورتھلہ کے رندھیر ہائی سکول سے فرسٹ ڈویژن کے ساتھ پاس کیا۔ میٹرک کے بعد رندھیر انٹر کالج میں داخلہ لیا، اور ایف ایس سی امتیازی نمبروں کے ساتھ پاس کی اور وظیفہ حاصل کیا۔ کالج میں اُن کی شہرت ایک ذہین طالبعلم اور اچھے شاگرد کے طور پر تھی۔ چنانچہ جب کالج سے رخصت ہونے لگے تو کالج کے پرنسپل پروفیسر ارجل سنگھ نے اُن کے سرٹیفکیٹ پر لکھا: ''مجھے اس کا استاد ہونے پر فخر ہے۔'' ایف ایس سی کے بعد وہ لاہور آگئے اور گورنمنٹ کالج لاہور میں بی ایس سی آنرز میں داخلہ لیا۔ یہاں بھی درجہ اوّل میں کامیابی حاصل کی۔ اب اُن کا ارادہ فزکس میں ایم ایس سی کرنے کا تھا، مگر والدین کی خواہش تھی کہ آپ وکالت کریں۔ چنانچہ اُن کی خواہش کے مطابق ایل ایل بی کے لئے پنجاب یونیورسٹی لاء کالج میں داخلہ لیا۔ 1937ء میں ایل ایل بی کرنے کے بعد انہوں نے شیخ محمد شریف جو بعد میں سپریم کورٹ آف پاکستان کے جج بنے، کے ساتھ جالندھر میں پریکٹس شروع کی۔ ایک سال بعد کپورتھلہ میں منتقل ہو گئے اور وہاں وکالت کا آغاز کر دیا۔

میاں طفیل محمد نے 23 مارچ 1940ء میں لاہور میں ہونے والے مسلم لیگ کے اُس سالانہ جلسے میں شرکت کی، جس میں قرارداد لاہور (بعد ازاں قرارداد پاکستان) منظور ہوئی۔ جلسے کے بعد انہوں نے اسلامیہ پارک میں واقع مولانا مودودی کے گھر میں اُن سے ملاقات کی۔ یہ اُن کی مولانا سے پہلی ملاقات تھی۔ مولانا مودودی سے تعارف اور اُن کی فکر سے واقفیت بہت حد تک پہلے ہی حاصل کر لی تھی۔ اس ملاقات کے بعد اُن کے دل میں مولانا مودودی کی شخصیت کا تاثر اور بھی گہرا ہو گیا۔ انہی دنوں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا کپورتھلہ میں ایک اجتماع سے خطاب ہوا۔ خطاب کے بعد میاں صاحب نے اُن سے مولانا مودودی کی شخصیت اور فکر کے بارے میں سوال کیا، جس کے جواب میں امیر شریعت نے فرمایا ''وکیل صاحب! خدا لگتی پوچھتے ہو تو کرنے کا اصل کام وہی ہے جو سید کا وہ لاہوری لعل کہتا ہے۔ باقی تو یہ سب پیٹ کے دھندے ہیں۔ اگر ہمت ہے تو اسی سید کے پاس جاؤ اور اُس کے ساتھ مل کر کام کرو۔'' شاہ صاحب کی اس بات نے انہیں مولانا مودودی کی فکر کے بارے میں بالکل یکسو کر دیا۔ چنانچہ 1941ء میں جماعت اسلامی کے تاسیسی اجلاس ہی میں جماعت میں شامل ہو گئے۔

وہ ایک اچھے وکیل تھے۔ اس دور میں جبکہ ہندو مسلم تنازعہ زوروں پر تھا، مسلمان وکلاء بہت کم تھے، کپورتھلہ میں وہ پہلے مسلمان وکیل تھے۔ اگر چاہتے تو وکالت کے ذریعے اپنا معاشی سٹیٹس بنا سکتے تھے، لیکن جس دعوت کو انہوں نے حق سمجھا، اس کی خاطر وکالت کو خیرباد کہہ دیا۔

17 اپریل 1944ء کو میاں صاحب کو جماعت اسلامی کا قیم (سیکرٹری جنرل) بنا دیا گیا۔ اس حیثیت سے انہوں نے ارکان و کارکنان سے رابطوں کے علاوہ پورے ہندوستان کے دورے کئے اور مذہبی و سیاسی شخصیات تک جماعت اسلامی کی دعوت پہنچائی۔ قیام پاکستان کے بعد پہلے تو پندرہ دن وہ دارالسلام پٹھان کوٹ ہی میں رہے، تا کہ ہندو بلوائیوں سے مسلمانوں کی حفاظت کا انتظام کر سکیں۔ 30 اگست کو مولانا مودودی کے ہمراہ وہاں سے ہجرت کر کے لاہور چلے آئے اور پھر یہیں مستقل اقامت اختیار کی۔

میاں طفیل محمد دین کا سچا درد رکھنے والے، سادہ مزاج، درویش منش اور حد درجہ متحرک انسان تھے۔ دین کی نشر و اشاعت کے لئے انہوں نے اپنی تمام توانائیاں وقف کر دیں۔ اس راہ میں انہیں سخت آزمائشوں اور صعوبتوں سے گزرنا پڑا، لیکن انہوں نے یہ سب خندہ پیشانی سے برداشت کیا اور دعوت حق سے پیچھے نہ ہٹے۔ تحریکی زندگی میں انہیں سات مرتبہ جیل بھی جانا پڑا۔ اسیری کی مجموعی مدت پانچ سال، چار ماہ بنتی ہے۔ اُن کی پہلی گرفتاری 1948ء میں اس وقت ہوئی، جب جماعت اسلامی نے اسلامی نظام کے قیام کا پُرزور مطالبہ کیا، حکومتی کار پردازان کو یہ ناگوار گزرا اور انہوں نے جماعت کے خلاف پروپیگنڈا کا طوفان کھڑا کر دیا اور جماعت کے رہنماؤں کی گرفتاریاں شروع کر دیں۔ 1950ء رہائی میں ہوئی۔

ملتان جیل میں عرصہ اسیری کے دوران مولانا مودودی سے سورۃ یوسف تا سورۃ الناس تک قرآن مجید سبقاً پڑھا، اور مولانا امین احسن اصلاحی سے موطا امام مالک پڑھی۔ 1949ء میں قرارداد مقاصد منظور ہو گئی تو جماعت نے مطالبہ دستور اسلامی کی مہم چلائی۔ اس میں بھی وہ پیش پیش رہے۔ 1954ء میں گورنر جنرل غلام محمد نے محمد علی بوگرا کی وزارت اور دستور ساز اسمبلی کو برخواست کیا تو جماعت اسلامی واحد جماعت تھی، جس نے اس پر بھرپور آواز اٹھائی۔ اس موقع پر میاں صاحب کراچی گئے اور دستور ساز اسمبلی کے سپیکر مولوی تمیز الدین کو مقدمہ عدالت لے جانے پر قائل کیا۔ 7 مئی 1963ء فوجی آمر ایوب خان کے دور میں مختلف جماعتوں کے نو افراد کے ساتھ ان پر بغاوت کا مقدمہ بنا اور گرفتار کر کے ملتان جیل بھیج دیئے گئے۔ اُن کا قصور یہ تھا کہ انہوں نے ڈیموکریٹک فرنٹ کے ساتھ مل کر جمہوریت اور بنیادی حقوق کی بحالی کے مطالبے پر مبنی قرارداد پاس کی تھی۔ ایک ایک لاکھ روپے کی ضمانت پر اُن کی اور دیگر افراد کی رہائی ہوئی۔

مولانا مودودی نے اپنے آخری دور امارت میں اپنی بیماری کے باعث میاں طفیل محمد کو جماعت اسلامی کا قائم مقام امیر مقرر کیا۔ بعد میں 21 نومبر 1972ء کو جماعت اسلامی نے انہیں باقاعدہ امیر منتخب کر لیا۔ اُن کا بطور امیر جماعت انتخاب اُن کی صلاحیتوں پر بھرپور اعتماد کا اظہار تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا مودودی نے اس فیصلے کی بھرپور تحسین کی۔ انہوں نے اس موقع پر خطاب کرتے

ہوئے فرمایا: ’’جب میری مدت امارت ختم ہونے پر آئی تو میں نے جماعت کے قاعدے کے خلاف ارکان جماعت سے اپیل کی کہ آئندہ انتخاب میں مجھے ووٹ نہ دیں۔ خدا کا شکر ہے کہ میرے رفقائے جماعت نے میری بیماری کو جان کر میرے اوپر رحم کھایا اور میری اپیل کو قبول کر لیا اور ایک ایسے شخص کا انتخاب کیا جو جماعت اسلامی کا انتہائی وفادار کارکن ہے۔ میں نے بہت کم آدمی ایسے دیکھے ہیں جنہوں نے اس قدر اخلاص، وفاداری اور جاں نثاری کے ساتھ جماعت کا کام کیا ہو، اور جماعت کے لئے اتنی تکلیفیں اور مصیبتیں اٹھائی ہوں۔ میں پہلے ہی یہ توقع کر رہا تھا کہ جماعت کی نگاہ انہی پر پڑے گی۔ خدا کا شکر ہے کہ میری توقع پوری ہوئی اور جماعت نے انہیں اکثریت کے ساتھ منتخب کر لیا۔‘‘ (المودودی، ص360)

مولانا کی زندگی میں میاں صاحب کو 28 اکتوبر 1977ء کو دوبارہ امیر جماعت منتخب کر لیا گیا۔ اس موقع پر مولانا مرحوم نے پھر انہیں خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا: ’’میں اپنے پرانے رفیق اور دست وبازو میاں طفیل محمد صاحب سے اظہار ہمدردی کرتا ہوں کہ جماعت نے ان پر یہ ذمہ داری پھر ڈال دی ہے، حالانکہ انہوں نے پچھلے پانچ سال تک اتنی سخت محنت کی ہے اور دین کی خدمت میں اتنا کچھ برداشت کیا ہے کہ اب حقیقت میں وہ رحم کے مستحق ہیں۔ تاہم میں اس بات پر خوش بھی ہوں کہ جماعت نے اس شخص کو دوبارہ منتخب کیا ہے جو جماعت کے اندر اس کام کے لئے سب سے زیادہ موزوں تھا، جو ابتدا سے جماعت کے پورے نظام کو سمجھنے اور تحریک کو چلانے میں میرے ساتھ شریک رہا اور اس قدر جماعت کے نظام کو اور تحریک کو سمجھنے والا شاید ہی کوئی اور ہو۔‘‘ (المودودی، ص374)

اگرچہ مولانا مودودی کی شخصیت ایک ممتاز علمی مرتبے کی حامل تھی، تاہم اُن کی زندگی میں میاں طفیل محمد کا بطور امیر انتخاب ہوا، تو جماعتی ڈسپلن کے نقطۂ نظر سے وہ مولانا مودودی کے بھی امیر تھے۔ نعیم صدیقی مرحوم آپ کی شخصیت کے بارے میں اپنا تاثر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ’’کپورتھلہ کے ایک نوجوان وکیل وکالت چھوڑ کر طرح طرح کے ناکام تجربے کرتے ہیں اور اُن کی خوشحال زندگی درویشی میں بدل جاتی ہے۔ آج وہ تحریک احیائے اسلام کے محاذ پر مولانا مودودی کے بعد دوسرے نمبر کے آدمی ہیں اور عملی ذمہ داریوں کے لحاظ سے نمبر ایک پر۔ یہ ہیں میاں طفیل محمد۔‘‘

مولانا مودودی کی وفات کے بعد 1982ء میں وہ تیسری مرتبہ جماعت کے امیر منتخب ہوئے اور 1987ء تک امیر رہے، جب قاضی حسین احمد امیر جماعت منتخب ہوگئے۔ جماعت کی امارت سے فراغت کے بعد اپنی پیرانہ سالی کے باوجود وہ کئی سال تک ادارہ معارف اسلامی کے ڈائریکٹر کی حیثیت سے اپنی ذمہ داریاں انجام دیتے رہے۔

میاں طفیل محمد نے پسماندگان میں 4 بیٹے اور 8 بیٹیاں چھوڑیں۔ ادارہ اُن کے غم میں برابر کا شریک ہے۔

ہم دعا گو ہیں اللہ تعالیٰ مرحوم کی حسنات کو شرف قبولیت عطا فرمائے، اُن کی لغزشوں سے درگزر فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین

التجا

الٰہی! ہمیں سمجھ عطا فرما

محمد ذیشان ریاض

اے اللہ، رحمان، رحیم، تمام جہانوں کے رب! ہم تیرے عاجز، گنہگار، خطاکار بندے، تیرے دربار میں دست بدعا ہیں، ہم پر رحم فرما۔

الٰہی! ہم اپنے مقصد حیات کو بھلا بیٹھے۔ ہم سے قدم قدم پر تیری نافرمانی ہوئی ہے۔ ہم نے تجھ سے یہ وعدہ کیا تھا، کہ زمین کے اس خطے پر تیرے دین کو نافذ کریں گے، ہم یہ وعدہ وفا نہ کر سکے، اور اس کے نتیجے میں ہم پر مختلف قسم کے عذاب کے کوڑے برس رہے ہیں، ہم مختلف گروہوں میں بٹ کر ایک دوسرے سے برسرپیکار ہیں۔

اے اللہ! ہماری آرمی جس کا کام سرحدوں کی حفاظت، اور دشمن سے لڑنا ہے، آج وہ اپنے ہم وطنوں، کلمہ گو مسلمانوں سے برسرپیکار ہے، میرے وطن کی مٹی کو میرے لوگوں کے خون سے سیراب کیا جا رہا ہے۔ وہ F16 طیارے جو امریکی ڈرون گرانے کے لیے استعمال ہونے چاہیے تھے، آج اپنے ہم وطنوں کے گروندے گرانے میں مصروف ہیں، جس کے نتیجے میں 30 لاکھ افراد اپنے ہی وطن میں مہاجر بن کے رہ گئے ہیں۔ الٰہی! دودھ کو روتے بچے، پیدل میلوں کی مسافتیں طے کرتی عفت مآب ماؤں بہنوں کی سوالیہ نگاہیں بار بار آسمان کی طرف اٹھتی ہیں، ہمارا قصور کیا ہے؟ کیوں ہمارے اپنے لوگوں نے ہمیں اس حال کو پہنچا دیا ہے؟ خدایا مظلوموں کی مدد و نصرت فرما۔

الٰہی! ہمارے حکمران ڈالروں کے عوض قومی غیرت کو گروی رکھ رہے ہیں، اپنے لوگوں کے خون کے عوض اپنے اکاؤنٹ ڈالروں سے بھر رہے ہیں۔ اے اللہ! انہیں اسلام، ملک سے محبت اور قوم سے ہمدردی کا جذبہ عطا کر۔ اُن کے دلوں کو اسلام اور مسلمانوں کے حق میں پھیر دے۔

اے اللہ! ہمارے علماء ایک دوسرے سے برسرپیکار، گروہوں، فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ ہمارے بہت سے دانشور، انجانے میں صیہونی، صلیبیوں کے افکار کی تکمیل کر رہے ہیں۔ ہمارا میڈیا ان کے ایجنڈے کی تکمیل میں پیش پیش ہے۔ جس نشیمن کی ڈالی پر یہ بیٹھے ہیں اسی کو کاٹ رہے ہیں۔ الٰہی، ہمیں سمجھ عطا فرما، دین کی حقیقت اور ملت کے درد سے نواز دے۔

اے اللہ، آج ہماری عجیب نفسا نفسی اور گومگوں کی کیفیت ہے۔ نہ مرنے والا جانتا ہے، وہ کیوں مر رہا ہے؟ نہ مارنے والا جانتا ہے وہ کیوں مار رہا ہے؟ حق پہ کون ہے؟ باطل پہ کون؟ یہ معاملہ مشتبہ بنا دیا گیا ہے۔ یہ اسلام اور کفر کی جنگ نہیں، مرنے مارنے والے دونوں اسلام کے نام لیوا ہیں۔

اے اللہ! ہمیں اس عذاب سے نجات عطا فرما۔ ہم نے تیرے دین سے بے وفائی کی، تو ہماری دہشت ملت کفر کے دلوں سے نکل گئی۔ خون مسلم ارزاں ہو گیا ہے۔ ساری دنیا میں ہمیں حقارت کی نگاہ سے دیکھا جا رہا ہے۔ دنیا ہمارا وجود مٹانے کے لیے کوشاں ہے۔ الٰہی ذلت و رسوائی کے اس عذاب سے ہمیں چھٹکارا دلا دے۔

اے اللہ! ہماری لغزشوں اور خطاؤں کو معاف فرما دے۔ الٰہی، اگر تو نے ہماری لغزشوں کو معاف نہ کیا اور ہماری مدد نہ کی تو ہم تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ یا اللہ! ہمیں دین پر کاربند رکھ۔ ہمیں دوست دشمن، اپنے پرائے کی پہچان عطا فرما، ہمیں راہ مستقیم پر چلا، ہمارے ملک کو سچی، مخلص قیادت نصیب فرما۔ اے اللہ! ہمارے علماء اور عام لوگوں میں اتفاق و اتحاد پیدا فرما، اور ہمیں ایک متحدہ قوت بنا دے، ہمیں دشمنان دین پر غلبہ عطا فرما۔ اے اللہ، ہمارے ملک کے چاروں صوبوں میں جو آگ لگی ہے، اس آگ کو گل گلزار بنا دے۔ اے اللہ! ملک پاکستان کو استحکام و امن کا گہوارا بنا دے۔ اے اللہ! پاکستان میں دین کا بول بالا کر دے اور اسے دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرما۔ ..... آمین ..... یارب العالمین

حق و باطل کا آخری معرکہ

اوریا مقبول جان

یہ سرزمین اس قدر آزمائشوں، تکلیفوں اور اذیتوں کا مرکز کیوں بن گئی ہے۔ مصائب و آلام کا ایک سلسلہ ہے کہ ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتا۔ آگ اور خون، بارود اور دھواں کتنی دہائیوں سے اس کا مقدر ہو چکا ہے۔ دربدری، ہجرت اور بے وطنی میں ان کی نسلیں پروان چڑھ رہی ہیں۔ پوری امتِ مسلمہ میں پچاس سے زیادہ ملک شامل ہیں۔ ان میں سے اکثر چین کی بنسی بجا رہے ہیں۔ تیل کی دولت ہے اور مغرب و مشرق کے عشرت کدے، سب ان کے دم قدم سے آباد ہیں۔ کہیں معاشی ترقی ہے کہ ملائیشیا کے عروج سے مغرب ہیجان میں مبتلا ہو جاتا ہے تو کہیں برونائی جیسے ملک میں دولت کی فراوانی انہیں مست خرام زندگی گزارنے پر قائل کر لیتی ہے۔ لیکن ان افغانوں کی سرزمین میں نہ دولت ہے، نہ وسائل ہیں، نہ ایسی معاشی ترقی کہ دنیا اس کے سامنے ہیچ ہو۔ پتھریلے پہاڑ، ریگستان، شور مچاتے ندی نالے اور ان کے درمیان کچے مکانوں یا خیموں میں رہتے ہوئے افغان۔ مدتوں انگریز سے لڑتے رہے، تقسیم کر دیئے گئے، آدھا قبیلہ اس طرف اور آدھا دوسری جانب۔ پانی کا کنواں ایک جانب اور پینے والے دوسری سمت۔ روس آیا روندتا ہوا افغانستان میں داخل ہوا۔

پندرہ سال تک یہ لوگ دربدر بھی ہوئے اور لڑتے بھی رہے۔ پندرہ لاکھ کے قریب اس جنگ میں قربان ہو گئے، اور معذور ہو جانے والوں کی تو گنتی ہی مشکل ہے۔ ابھی یہ لوگ سکھ کا سانس بھی نہیں لینے پائے تھے کہ امریکہ ان پر چڑھ دوڑا۔ افغانوں کے جسموں کے پرخچے اڑنے لگے۔ ڈیزی کٹر اور کلسٹر بم ان کی آبادیوں کو تباہ کرنے لگے۔ پورا افغانستان اس آگ کی لپیٹ میں آ گیا۔ کس کس نے افغانوں کے اس مقتل میں قاتل کا ساتھ دیا، یہ ایک الگ قصہ ہے۔ لیکن اس تباہی و بربادی کا دائرہ اور اس جنگ و جدل کے میدان کی سرحدیں اس ڈیورنڈ لائن کو بھی پار کر گئیں جو خود انگریز نے کھینچی تھی۔ میزائل اگر قندھار میں بستی تباہ کرتا تو اس جانب وزیرستان میں بھی گھر مسمار کرتا، ڈرون اگر اُس جانب نشانے پر بم برساتا تو اس جانب بھی مردوں، عورتوں اور بچوں کی لاشیں اس کے حملے کے بعد بے گور و کفن پڑی ہوتیں۔

میں اکثر سوچتا تھا کہ ایسی کیا خطا اس قوم سے ہو گئی ہے کہ ان کی سزا ختم ہی نہیں ہوتی۔ کبھی اپنے ملک کو چھوڑ کر مہاجر کہلاتے ہیں اور کبھی اپنے ہی وطن میں ہجرت کا داغ چہرے پر سجائے دربدر ہو رہے ہوتے ہیں۔ لیکن گزشتہ ہفتے اسرائیلی اخبار HAARETZ کی اس کہانی نے واقعات کے تسلسل کی کڑی کو یوں جوڑ دیا کہ سارا منظر نامہ کھل کر سامنے آ گیا۔ یہ رپورٹ ان یہودی عبادت خانوں کی تزئین نو کے بارے میں ہے جو افغانستان کے شہر ہرات میں واقع ہیں۔ یہ عبادت خانے صدیوں پرانے ہیں کیونکہ ایران اور افغانستان میں یہودی 720 قبل مسیح سے آباد ہونا شروع ہوئے تھے۔ جب 1948ء میں اسرائیل بنا تو اس وقت افغانستان میں تین سو یہودی خاندان آباد تھے جن کی کل تعداد پانچ ہزار تھی۔ یہ سب فارسی بولتے اور خود کو اس شاہی زبان سے منسلک سمجھتے۔ اسرائیل بننے کے بعد یہ یہاں سے چلے گئے۔ صرف تین سو یہاں رہ گئے اور روس کے آنے کے بعد ان میں سے بھی کافی یہاں سے چلے گئے۔ لیکن دس یہودی ان معبدوں کے ساتھ یہیں رہ گئے۔

جب امریکہ وہاں قابض ہوا تو دو بھائی زابلون اور آئزک کابل کے ایک یہودی عبادت خانے میں آباد تھے، اور دونوں ہی اس کے دعویدار۔ یہ یہودی جب یہاں آباد ہوئے تو افغانستان ایک عظیم ایرانی سلطنت کا حصہ تھا۔ تہران کی فردوسی سٹریٹ سے گزریں تو آپ کو آج بھی بہت سے یہودیوں کی دکانیں ملیں گی۔

اسرائیل کے بننے سے پہلے ایران میں تقریباً ڈیڑھ لاکھ یہودی آباد تھے لیکن وہ اسرائیل کی آبادی کے لئے وہاں چلے گئے مگر انہوں نے ایک شہر کو نہیں چھوڑا اور وہ شہر تھا اصفہان۔ اس وقت وہاں تیس سے پینتیس ہزار یہودی آباد ہیں اور ان کی ایرانی پارلیمنٹ میں ایک نشست ہے۔ اس وقت سیاماک موراس رنگ یہودیوں کی پارلیمنٹ میں نمائندگی کرتا ہے۔ تہران میں گیارہ یہودی عبادت خانے اور تین یہودی سکول ہیں۔ ان کا اپنا اخبار دفاع بنا نکلتا ہے۔ ان کی ایک مرکزی لائبریری ہے اور ایران کا سب سے بڑا خیراتی ہسپتال ڈاکٹر سپیئر یہودی ہسپتال ہے۔ یہ ہسپتال اگرچہ یہودی خیرات سے چلتا ہے لیکن اس کے اکثر مریض مسلمان ہوتے ہیں۔ ان کے نزدیک حضرت دانیالؑ کا مزار بھی یہاں ہے اور اس مزار پر ایک سبز چادر پڑی ہوتی ہے جس پر وہی ستارہ ہے جو اسرائیل کے پرچم پر ہے، جسے حضرت داؤدؑ کا ستارہ کہا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اور بہت سے ان کے مزارات ہیں جن پر یہ ایرانی یہودی مستقل حاضری دیتے رہتے ہیں۔

مئی 2008ء میں چاہ بہار میں ایک کانفرنس میں شرکت کے بعد جب میں تہران کے ہوٹل میں آیا تو مجھے وہاں ایک آسٹریا کا یہودی ربی (یعنی ان کا مولوی) ملا جو اپنے مخصوص لباس میں ملبوس تھا۔ میں نے پوچھا، تم یہاں کس لئے آئے ہو؟ کہنے لگا، میں بین المذاہب کانفرنس میں آیا ہوں۔ میں نے پوچھا، یہاں یہ کانفرنس کیوں؟ اس نے کہا کہ ہماری کتب کے مطابق ہمارا مسیح یہاں سے خروج کرے گا اور ہمیں یروشلم واپس دلائے گا۔ میں اس حیرت کے حصار سے نکل چکا تھا کہ پوری دنیا خصوصاً یورپ اور افریقہ سے یہودی بھاگ بھاگ کر اسرائیل جا پہنچے لیکن یہ کچھ یہودی ایران میں کیوں پڑے ہوئے ہیں اور پھر وہ خبر جو سید الانبیاءؐ نے دی اس ساری حقیقت کو منکشف کر دیتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: دجال کے ساتھ اصفہان کے ستر ہزار یہودی ہوں گے۔ لیکن مقابلے پر آنے والے سیدنا امام مہدی کا لشکر بھی تو یہیں سے ترتیب ہونا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: خراسان سے سیاہ پرچم اٹھائے لوگ سیدنا مہدی کے ساتھ جنگ کے لئے نکلیں گے۔ خراسان وہ علاقہ ہے جو غزنی سے لے کر ہلمند تک افغانستان میں اور مشہد اور نیشا پور تک ایران میں ہے۔ ایسے میں وہ قوم جس نے حق و باطل کے اس آخری معرکے میں شریک ہونا ہو، اسے بھٹی میں سے گزر کر کندن تو بنانا پڑتا ہے۔ اسے ہجرت، دربدری، ظلم اور بربریت کے عذابوں سے گزر کر ایک ایسی سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنانا مقصود (باقی صفحہ 18 پر)

سیالکوٹ میں
نفاذِ شریعت کیا؟ کیوں اور کیسے؟ کے حوالے سے
امیر تنظیم اسلامی جناب حافظ عاکف سعید کا خطابِ عام

5 جون 2009ء کو سیالکوٹ میں امیر تنظیم اسلامی کا عصری تقاضوں کی نسبت سے اہم ترین موضوع "پاکستان میں نفاذِ شریعت کیا، کیوں اور کیسے" کے عنوان پر ایک خطاب کا اہتمام کیا گیا جس میں مردوں کے ساتھ ساتھ خواتین بھی مدعو تھیں۔

پروگرام کا وقت شام ساڑھے آٹھ بجے تھا لیکن سامعین آٹھ بجے سے پہلے آنا شروع ہو گئے۔ خواتین کے لیے ہال کی آخری نشستیں مقرر کی گئیں اور پردے کا انتظام کیا گیا تھا۔ پروگرام کا آغاز تلاوتِ کلام پاک سے کیا گیا۔ بعد ازاں نعتِ مبارکہ اور کلامِ اقبال پیش کیا گیا۔ اس کے بعد تین رفقائے تنظیم نے "نفاذِ شریعت کیا؟ کیوں؟ کیسے؟" کے حوالے سے اہم نکات ذہن نشین کروائے۔ اس وقت تک پورا ہال حاضرین سے کھچا کھچ بھر چکا تھا۔ اکثر مرد حضرات کو نشستیں پوری ہو جانے کی وجہ سے کھڑے ہو کر خطاب سننا پڑا۔

خواتین نے بھی اس پروگرام میں بھرپور شرکت کی۔ امیر محترم کا خطاب سننے کے لئے نہ صرف تنظیم اسلامی کی رفیقات بلکہ دعوتِ اسلامی، الھدیٰ سنٹر، جماعت اسلامی اور جماعۃ الدعوۃ کے علاوہ دیگر خواتین بھی پروگرام میں شریک ہوئیں۔

وطنِ عزیز پر آئی ہوئی کڑی آزمائشوں کی وجوہات اور سوات و مالاکنڈ کے حالات کی اصل حقیقت امیر تنظیم نے اپنے خطاب میں واضح کی اور اِن حالات میں تمام اہلِ وطن کو اُن کی ذمہ داریوں سے آگاہ کیا نیز انہوں سے نفاذِ شریعت کو نہ صرف پاکستان بلکہ تمام مسلم دنیا کے روشن مستقبل کے لیے واحد اور مؤثر ترین حل بتایا۔

موسم کی نسبت سے ٹھنڈے پانی کی بوتلیں تمام حاضرین کے پیش کی گئیں۔ ایک اندازے کے مطابق پروگرام میں ساڑھے 4 سو مرد اور ایک سو خواتین نے شرکت کی۔ آج کے دجالی دور کے آلہ کار میڈیا کے پھیلائے ہوئے مکر و فریب کے نیٹ ورک کو حق کی کاری ضرب لگانے میں یہ پروگرام خاصا کامیاب رہا۔ پروگرام کا اختتام امیر تنظیم کی پاکستان، مہاجرین اور پورے عالمِ اسلام کے لیے پُرخلوص دُعا پر ہوا۔

(رپورٹ: رفیق تنظیم)

تنظیم اسلامی بہاولپور کا ماہانہ اجتماع

مقامی تنظیم بہاولپور کا ماہانہ اجتماع 31 مئی 2009ء کو منعقد ہوا۔ پروگرام کا آغاز تلاوتِ کلام پاک سے ہوا، جس کی سعادت ڈاکٹر محمد انور نے حاصل کی۔ اس کے بعد ڈاکٹر محمد طاہر خان خاکوانی نے ملک کی موجودہ صورتحال کے حوالے سے مفصل گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ موجودہ حالات بیرونی مداخلت اور شریعت سے انحراف کا نتیجہ ہیں۔ انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ مالاکنڈ میں فوجی آپریشن ختم کر کے نظامِ عدل نافذ کرے، نیز امریکی مداخلت کا خاتمہ کیا جائے، دہشت گردی کے خلاف امریکی جنگ سے فی الفور علیحدگی اختیار کی جائے۔ انہوں نے کہا کہ پوری قوم قومِ یونسؑ کی سی توبہ کرے، اور نفاذِ شریعت کے لیے متحد ہو جائے۔ دینی جماعتوں کو بھی چاہیے کہ نفاذِ اسلام کے لیے انتخابی راستے، منہجِ انقلابِ نبویؐ پر کاربند ہو جائیں۔ اسلامی انقلاب کی منزل اسی صورت حاصل کی جا سکتی ہے، جب افرادِ قوم کو دعوت و تربیت کے مراحل سے گزار کر ایک پرامن، منظم احتجاجی تحریک چلائی جائے۔ ڈاکٹر طاہر خاکوانی کے خطاب کے بعد دعا پر یہ پروگرام اپنے اختتام کو پہنچا۔ (رپورٹ: محمد ارسلان خالد)

تنظیم اسلامی صادق آباد کے زیر اہتمام دعوتی اجتماع

31 مئی 2009ء بروز اتوار تنظیم اسلامی صادق آباد کا ایک روزہ اجتماع دفتر تنظیم اسلامی صادق آباد میں منعقد ہوا۔ یہ پروگرام صبح دس بجے شروع ہوا۔ سب سے پہلے محمد نسیم چودھری نے درسِ قرآن دیا جو سورۃ الفجر کی ابتدائی آیات پر مشتمل تھا۔ اس کے بعد امیر محترم جناب حافظ عاکف سعید کا خطاب بذریعہ ویڈیو سنا گیا، جو سالانہ اجتماع 2008ء کا اختتامی خطاب تھا۔ درسِ حدیث بھی محمد نسیم چودھری نے دیا۔ بعد ازاں محمد یونس بٹ نے انفاق فی سبیل اللہ کے موضوع پر قرآن و حدیث کی روشنی میں گفتگو کی۔ مطالعہ سیرت النبیؐ پر بیان ڈاکٹر مشتاق عزمی کے ذمے تھا۔ اس سلسلے میں انہوں نے "الرحیق المختوم" سے ایک باب پڑھ کر سنایا۔ اس کے بعد ملتزم رفیق جناب ذکاء الرحمٰن نے "کلمۂ طیبہ کا معنی" کتابچہ کا مطالعہ کروایا۔ آخر میں رفقاء نے دو گروپوں میں بٹ کر جناب عبدالخالق اور حافظ خرم شہزاد سے قواعد تجوید کے ساتھ قراءت قرآن کی مشق کی۔ نمازِ ظہر کے بعد ساتھیوں نے کھانا کھایا۔ اس پروگرام میں بارہ رفقاء نے شرکت کی۔ یہ پروگرام تین بجے اختتام پذیر ہوا۔ (رپورٹ: نذیر احمد)

امیر حلقہ سرحد شمالی کا دورۂ دیر بالا

امیر حلقہ سرحد شمالی نے 17 اور 18 جون 2009ء کو ذمہ داران اور رُفقاء سے ملاقات کی غرض سے دیر بالا کا دورہ کیا۔ واڑی میں رفیق محترم حافظ احسان اللہ سے جو ایک پرائیویٹ سکول کے پرنسپل ہیں، تفصیلی ملاقات ہوئی۔ اسرہ واڑی کی کارگزاری سے متعلق آگاہی حاصل کی گئی۔ حافظ صاحب اپنے طور پر تنظیم کی ویب سائٹ کا بھرپور استعمال کر کے پیغامِ تنظیم کو اپنے حلقہ تعارف میں نہایت مؤثر طریقہ سے پہنچا رہے ہیں۔ ان کے حلقہ تعارف کے بعض سوالات پر ان کے ساتھ تبادلہ خیال ہوا اور ان کی پوری تشفی کی گئی۔ اُسرہ کا کام باقاعدگی سے جاری ہے۔ چونکہ سکول ایمرجنسی کی وجہ سے بند کرائے گئے ہیں، لہٰذا حافظ صاحب اور ان کے دوسرے ساتھی خورشید صاحب وقت کا خوب فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔ مطالعہ کے ساتھ ساتھ دعوتی کام بھی ہو رہا ہے۔

بعد نمازِ ظہر بی ہوڑ میں امیر مقامی تنظیم محترم ممتاز بخت کے حجرہ میں مقامی تنظیم کے رُفقا کے ساتھ ایک بھرپور نشست ہوئی۔ اس نشست میں حاضری 50 سے زیادہ تھی۔ رُفقاء کے ساتھ موجودہ صورتِ حال خصوصاً مالاکنڈ ڈویژن میں نفاذِ شریعت اور موجودہ آپریشن کے متعلق تنظیم اسلامی کے موقف پر بات ہوئی۔ رُفقاء نے مختلف نکات پر تفصیلاً جاننا چاہا۔ وضاحت پر ان کو پورا اطمینان ہوا۔

رُفقائے تنظیم جو مالاکنڈ آپریشن سے متاثر ہوئے ہیں، تنظیم کی طرف سے ان کی خبرگیری اور ان کے ساتھ رابطہ کے متعلق تفصیلات بتائی گئیں، جن پر بی ہوڑ کے ساتھیوں نے اطمینان کا اظہار کیا۔ امیر مقامی تنظیم جناب ممتاز بخت کے درسِ قرآن کی نشستیں جاری ہیں۔ یاد رہے کہ ممتاز بخت تنظیم کے ایک سابقہ رفیق (جن کا تعلق لاہور سے ہے) کی جزوی مدد سے اسی مسجد کی تعمیر کر رہے ہیں جو ان شاء اللہ تنظیم اسلامی کے پیغام کو عوام الناس تک پہنچانے میں ممد و معاون ہوگی۔ امیر مقامی تنظیم اور رُفقا کے ساتھ نظام العمل کے مطابق پروگراموں پر عمل درآمد پر بات کی گئی۔ بھرپور تبادلۂ خیال کے بعد بی ہوڑ سے شرباٹ روانگی ہوئی، جہاں امیر مقامی تنظیم دیر محترم لائق سعید سے ملاقات طے تھی۔ ان کے گھر پر ملاقات ہوگئی اور ان کو ساتھ لے کر براول بانڈئی میں ایک رشتہ دار کے ہاں اُن کے عزیز کی وفات پر فاتحہ خوانی کرنے کے بعد رات دیر میں گزارنے کے لئے دیر واپسی ہوئی۔

اگلے دن صبح 9 بجے مقامی لائبریری میں رفقاء اُسرہ دیر کے ساتھ تفصیلی ملاقات ہوئی۔

موجودہ صورت حال پر رُفقا کو تنظیم کا موقف پوری طرح واضح نہیں تھا۔ یاد رہے کہ ملاکنڈ ڈویژن میں آپریشن کی وجہ سے ڈاک بروقت نہیں مل رہی۔ چنانچہ رُفقا کو ندائے خلافت وغیرہ میسر نہیں۔ رُفقاء کے ساتھ تنظیم کے اپنے متاثرہ رُفقا کے ساتھ تعاون اور خبر گیری پر تفصیلاً بات کی گئی جس پر رُفقاء نے اطمینان کا اظہار کیا۔ رُفقاء کو یہ بات ذہن نشین کرائی گئی کہ ان ناگفتہ بہ حالات میں ہمیں اپنے اصل کام یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے تعلق کو مضبوط تر بنانے کی ہر ممکن سعی کرنی چاہیے، اور اس مقصد کیلئے قیام اللیل کے ساتھ ساتھ زیادہ سے زیادہ قرآن کو تدبر کے ساتھ پڑھنے کو مزید وقت دینا چاہیے۔ نیز اپنے حلقۂ اثر میں لوگوں کو اللہ کی طرف انابت کی دعوت دینے پر زور دینا چاہیے۔ اپنے پروگراموں میں باقاعدگی کے ساتھ حاضری اور دعوتی کام پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ مقامی رُفقاء کے ساتھ موجودہ صورت حال پر تنظیم کے موقف پر بھرپور تبادلہ خیال ہوا۔ ان کے سوالات اور بعض اشکالات کے جوابات بھی دیئے گئے۔ پروگرام ختم ہونے کے بعد واپسی ہوئی۔ (مرتب: محمد فہیم، امیر تنظیم اسلامی حلقہ سرحد شمالی)

بقیہ: اٹل حقیقت

پھر یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہی سفر پاکستان کی ناکامی اور تباہی کا باعث بنا۔ دانشوری کی ہمالیائی چوٹی کے ان تخت نشینوں کی خدمت میں ایک گذارش ہے کہ پاکستان کو مذہبی ریاست بنانے والی جماعتیں اور قوتیں 62 سال میں کبھی ایوان اقتدار کی دہلیز پر بھی نہ پہنچ سکیں۔ انگریز کی لگائی ہوئی وہ فیکٹری جہاں اسٹیبلشمنٹ تیار کی جاتی ہے، وہ 62 سال سے ملحدوں اور سیکولر طبقات کے قبضہ میں ہے، جو فائل تیار کرنے والے اور قیمتی قلم سے اُس پر دستخط ثبت کرنے والے، کلین شیو سوٹ بوٹ پہننے والے اور منہ ٹیڑھا کر کے انگریزی بولنے والے تھے اور ہیں۔ مذہبی قوتیں کبھی مرکزی سطح پر فیصلہ کرنے کی قوت حاصل نہ کر سکیں۔ اُن کی خواہش اُن کے دل میں رہ گئی۔ (یہ الگ بات ہے کہ اپنے کمزور اور غیر موثر ہونے میں ان کا اپنا کتنا قصور تھا) پھر یہ کہ سیکولر قوتوں کو اسلام دشمن عالمی قوتوں کی آشیرباد بھی حاصل تھی۔ لہٰذا 62 سال میں زبانی کلامی جو کچھ ہوا اس کو چھوڑ دیں، عملی طور پر پاکستان نے دین کی طرف مسافت کی یا الحاد کی طرف؟ ہر باشعور اور باضمیر شخص تسلیم کرے گا کہ ہم الحاد کی طرف بڑھے تو پھر یہ تباہی اور بربادی کیسی ہے، کون اس کا ذمہ دار ہے، کس نظریہ کو چھوڑنے اور کس نظریہ اور فلسفہ کو اپنانے سے ہم ناکامی اور مکمل ناکامی کی طرف بڑھ رہے ہیں، بات بالکل واضح اور بیّن ہے۔ دیانت داری سے فیصلہ کریں، ابھی وقت ہے، ابھی پانی سر سے نہیں گزرا۔ غلطی پر اصرار نہ کریں، اس کا اعادہ کرنے سے باز رہیں، ہٹ دھرمی کو ترک کر کے یوٹرن لیں، اپنا رخ لندن اور واشنگٹن سے موڑ کر اللہ کی طرف کریں۔ مشکلات یقیناً پیش آئیں گی۔ عیش وعشرت سے تائب ہونا پڑے گا۔ مراعات سے ہاتھ دھونا پڑھیں گے، لیکن کامیابی اتنی ہی یقینی ہے جیسے دن کے بعد رات اور رات کے بعد دن کا طلوع ہونا یقینی ہوتا ہے۔ غلطیوں کا اعادہ اور اُن پر اصرار بالآخر قوموں کی تباہی اور بربادی کا باعث بنتا ہے۔ یہ بھی ایسی ہی اٹل حقیقت ہے جیسی زندگی کے بعد موت۔ عقل اور دانش کا تقاضا ہے کہ ہم تاریخ سے سبق حاصل کریں۔ ہم دوسروں کے تجربات سے فائدہ اٹھا کر عبرتناک انجام سے خود کو بچائیں۔

ضرورت رشتہ

لاہور میں رہائش پذیر خواجہ فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 22 سال، تعلیم عالمہ کورس اور میٹرک صوم وصلوٰۃ کی پابند کے لئے دینی مزاج کے حامل تعلیم یافتہ نوجوان کا رشتہ درکار ہے۔ بہاولپور کے رہائشی کو ترجیح دی جائے گی۔ برائے رابطہ: 0303-6704704

بقیہ: طالبان کون ہیں؟

کے حق میں اور طالبان کے خلاف مظاہرے کر رہے ہیں، وہ نہایت تشویشناک ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہماری قیادت نہ جعلی طالبان کو جانتی ہے نہ حالات کی نزاکت سے واقف ہے۔ اس وقت جو کچھ ہو رہا ہے، یہ ملک پاکستان اور اسلام کے خلاف عالم کفر کی ایک گہری سازش ہے۔ اگر آج ہم نے اس سازش کو نہ سمجھا تو تاریخ ہمیں کبھی معاف نہیں کرے گی۔

تمام امتِ مسلمہ بالعموم اور پاکستانی مسلمانوں سے بالخصوص میری گزارش ہے کہ جب ہمارا اللہ ایک، ہمارا رسولؐ ایک، ہمارا قرآن ایک ہے، تمام مسالک میں شرعی فرائض ایک ہیں، پھر چند معمولی فروعی اختلافات کی وجہ سے انتشار وفساد؟ اللہ کی پناہ۔ اگر ہم اپنی بقا چاہتے ہیں تو ہمیں موجودہ نازک حالات میں ایک ہو جانا چاہیے۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق اور ہمت عطا فرمائے۔ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ ۔ آمین، ثم آمین

دعائے مغفرت کی اپیل

- تنظیم اسلامی پشاور غربی کے رفیق حیدر علی کی والدہ وفات پا گئیں
- ناظم شعبہ نشر واشاعت حلقہ لاہور شیخ نوید احمد کے بہنوئی حافظ محمد اسلم عارضہ قلب کے باعث قصور میں انتقال کر گئے

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے۔ قارئین اور رفقاء سے بھی دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

"Afghanistan: The Genesis of the Final Crusade"

کے قسط وار اردو ترجمہ کا آغاز

معروف کالم نگار جناب عابد اللہ جان کی معرکہ آرا کتاب "Afghanistan: The Genesis of the Final Crusade" نائن الیون اور اس کے فوری بعد افغانستان پر امریکی حملے کے پس پردہ اصل حقائق سے بہت عمدگی سے بحث کرتی ہے۔ اس کتاب میں فاضل مصنف نے ناقابل تردید شواہد کے ذریعے یہ بات ثابت کی ہے کہ افغانستان پر امریکہ اور نیٹو کی متحدہ یلغار، جسے دہشت گردی کے خلاف جنگ کا نام دیا گیا ہے، درحقیقت اسلامی دنیا کے خلاف آخری صلیبی جنگی سلسلہ کی ابتدا تھی۔ یہ کتاب اس قابل ہے کہ دین وملت کا درد رکھنے والا ہر مسلمان اس کا مطالعہ کرے، بالخصوص افغانستان اور پاکستان کے موجودہ حالات کو صحیح تناظر میں سمجھنے کے لئے اس کا مطالعہ بے حد مفید ہے۔ امیر حلقہ سرحد شمالی جناب محمد فہیم ندائے خلافت کے لئے اس کا اردو ترجمہ کر رہے ہیں۔ آئندہ شمارے سے اس کی اشاعت کا آغاز کیا جا رہا ہے۔ ان شاء اللہ (ادارہ)

بقیہ: حق و باطل کا آخری معرکہ

ہے جس نے دجال کے فتنے کا سامنا کرنا ہے۔ وہ فتنہ جس کے بارے میں مخبرِ صادق ﷺ نے فرمایا کہ دنیا کی تخلیق سے لے کر آج تک اس سے بڑا کوئی فتنہ نہیں آیا اور ہر نبی نے اس فتنے سے پناہ مانگی۔ خود نبی اکرمؐ دعائے ماثورہ میں اس فتنے سے پناما نگتے تھے۔ میدان جنگ بھی ہو، اور مجاہدین کی سرزمین بھی تو کون اس خطے کو چین سے بیٹھنے دے سکتا ہے۔ امریکہ کی خارجہ پالیسی کا اہم ستون کسنجر ڈاکٹرائن Doctrine ہے۔ کسنجر ایک نسلاً اور عقیدتاً کٹر یہودی ہے۔ اس نے کہا کہ امریکہ کی خیرخواہی اسی میں ہے کہ تین ممالک میں کبھی سیاسی استحکام نہ ہو۔ ایک پاکستان، دوسرا افغانستان اور تیسرا ایران۔ اور آج تک اس پالیسی پر عملدرآمد ہو رہا ہے۔ حق و باطل کے معرکے اور خیر و شر کی اس آخری جنگ میں کون کس کا ساتھ دے گا، یہ تو میرا اللہ جانتا ہے۔ لیکن حق کا ساتھ دینے والی بشارتوں کی سرزمین کو کون جہنم بنا رہا ہے؟ کون اس کے باسیوں پر عرصہ حیات تنگ کر رہا ہے؟ کون اس ظلم اور بربریت میں ظالموں کے ساتھ ہے؟ کون بزدلانہ خاموشی کا شکار ہے؟ سب کی اپنی اپنی فردِ عمل ہے اور سب کا اپنا اپنا حساب۔ لیکن سالوں کا عذاب اور جبر کی بھٹی جن لوگوں کو کندن بنا کر نکال رہی ہے، انہیں کے ساتھ اہل نظر کی امیدیں وابستہ ہیں اور وہی میرے رسولؐ کی بشارتوں کے امین ہیں۔

(بشکریہ روزنامہ ''ایکسپریس'')